REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

REGD. NO. P/GDP-3

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۲۳

شمارہ ۴۷

ایڈیٹر :- محمد حفیظ بقاپوری

نائب ایڈیٹر :- جاوید اقبال اختر

شرح چندہ

سالانہ	۱۰ روپے
ششماہی	۵ روپے
ممالکِ غیر	۲۰ روپے
فی پرچہ	۲۵ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN.

۶ ذیقعدہ ۱۳۹۴ ہجری — ۲۱ نبوت ۱۳۵۳ ہش — ۲۱ نومبر ۱۹۷۴ء

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۸ نبوت (نومبر)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارے میں الفضل میں شائع شدہ ۱۱ نومبر کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ۔ احباب جماعت اپنے پیارے امام ہمام کی صحت، درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔

★ — حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کے متعلق گذشتہ دنوں مختلف اوقات میں جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدہ ممدوحہ کو تین بار گر جانے سے چوٹیں آئی ہیں۔ اب ۱۲ نومبر کے الفضل سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بائیں جانب شکستہ پسلی میں بہت درد محسوس فرماتی ہیں۔ احباب حضرت سیدہ ممدوحہ کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے آمین۔

★ — محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ۔

★ — الحاج حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل مع جملہ درویشانِ کرام بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

جلسہ سالانہ کی عظمت و اہمیت کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے

میں دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجرِ عظیم بخشے

قادیان میں جماعتِ احمدیہ کا تراسی ۸۳ واں سالانہ جلسہ بتاریخ ۱۳-۱۴-۱۵ فتح ۱۳۵۳ ہش مطابق ۱۳-۱۴-۱۵ دسمبر ۱۹۷۴ء منعقد ہو رہا ہے جس میں اب صرف چند یوم باقی ہیں۔ احبابِ جماعت کو زیادہ سے زیادہ اس خالص روحانی اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے سلسلہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان دارالامان میں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ جلسہ جو عظیم برکات اپنے اندر رکھتا ہے اس کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدرِ ضرورت ساتھ لاویں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے۔ اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی۔

اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجرِ عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دے۔ اور اُن کے ہم و غم دُور فرمائے۔ اور اُن کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ اور اُن کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دے۔ اور روزِ آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اُس کا فضل اور رحم ہے۔ اور تا اختتامِ سفر اُن کے بعد اُن کا خلیفہ ہو۔!!

اے خدا! اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا! یہ تمام دعائیں قبول کر۔ اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

فرمودہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۴ء

ربوہ ۲۶ اخاء (اکتوبر) — سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد اقصیٰ میں نمازِ جمعہ پڑھائی۔ نماز سے قبل حضور نے گزشتہ دو خطبات کے تسلسل میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے قرآنِ مجید کی متعدد آیات کی رُو سے آیتا اور ایسے عملِ نیک پر تفصیل سے روشنی ڈالی جسے بجالانے کے نتیجہ میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کا پیار اور رضا حاصل ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا اس کا ایک پہلو ایسا ہے جس میں کُل مخلوق شامل ہے اور دُوسرا پہلو ایسا ہے جو صرف انسانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور جو تمام دیگر مخلوقات سے انہیں ممتاز کرنے والا ہے۔ اس عملِ نیک کا ایک پہلو تسبیح و تحمید پر مشتمل ہے۔ جس میں زمین و آسمان اور ان میں جو کچھ ہے سب شریک ہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کر رہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انسان کے سوا جتنی بھی مخلوق ہے اس کی زبان ہے اطاعت کی اور انسان کی زبان ہے محبت و عشق کی۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجا لا رہی ہے۔ اور اس کا اطاعت بجالانا ہی اس کی تسبیح ہے۔ وہ اس اطاعت سے سرِمو انحراف نہیں کر سکتی۔ دُوسرا پہلو اس عملِ نیک کا دُعا پر مشتمل ہے۔ اور یہ صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب انسان پوری شرائط کے ساتھ تضرّع اور عاجزی کے رنگ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے لئے اپنی محبت اور پیار کے جلوے ظاہر کرتا ہے۔ وہ اس کی دُعا قبول کر کے اسے اس کی مُراد عطا کرتا ہے۔ اور اس کی دُعا کا جواب بھی دیتا ہے۔ جو دُعا نہیں کرتے خدا کو بھلا اُن کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔

(آگے دیکھئے صفحہ ۱۲ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۱ر نبوت ۱۳۵۳ ہش

رسالہ شبستان میں شائع شدہ

مولانا فارقلیط صاحب کا مضمون اور علماء و دانشوروں کی لغزشیں

رسالہ شبستان دہلی بابت ماہ نومبر ۷۴ء میں مولانا فارقلیط صاحب کا ایک مبسوط مضمون شائع ہوا۔ جس میں مولانا صاحب نے جماعت کے مخالف علماء کو پورا سے پر کھڑا کر دیا ہے۔ علماء پر اُن کے اپنے ہی مسلّمات کی رُو سے ایسی زبردست گرفت کی ہے کہ ممکن نہیں کہ وہ ان باتوں کا معقول جواب دے سکیں۔ ہم نے عمداً اس مضمون پر اظہارِ خیال کو تاخیر میں ڈال دیا تھا۔ اور منتظر رہے کہ سُنّی علماء میں سے کوئی عالم صاحب مردِ میدان بنکر اس معمّہ کو حل کرنے کی کوشش کریں جو مولانا فارقلیط صاحب نے اُن کے سامنے محض علمی بحث کے طور پر پیش کر دیا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم ان باتوں کا تفصیلی تذکرہ کریں، ناقدردانی ہوگی اگر ہم مولانا فارقلیط صاحب کی بیان کردہ اُن باتوں کا ذکر نہ کریں جو سراسر حق و انصاف پر مبنی ہیں اور اُن کے گہرے تقابلی مطالعہ کی غمازی کرتی ہیں۔ مثلاً مولانا صاحب کا مضمون کے آغاز ہی میں یہ لکھنا کہ :۔

"مسلمانوں کا دانشور طبقہ قادیانیت اور اہلِ سنّت کے عقائد و نظریات کی چھان بین میں لگ گیا ہے اور قادیانیت کے لٹریچر سے اُس کے ذہن میں تبدیلی آنے لگی ہے"

اگرچہ یہ حق و صداقت کی بات ایک طبقہ کے لئے تکلیف کا باعث ہوگی لیکن یہ حقیقت جیسا کہ رُوحانی جماعتوں کی تاریخ اس امر پر شاہد ہے۔ وہ ہمیشہ مصائب و مشکلات اور شدید مخالفتوں سے گذر کر بڑی تیزی سے ترقی کرتی ہیں۔ اُن کی مثال اُس گیند کی ہوتی ہے جسے جس قدر زور سے زمین پر پٹخا جاتا ہے اتنا ہی زیادہ اُوپر کو اُچھلتی اور ابھرتی ہے۔ اور جماعت کی حالیہ زبردست بین الاقوامی مخالفت جس شدّت سے اُٹھی، خدا کا یہ فضل اور اس کا کرم ہی ہے کہ سعید رُوحوں کو اُسی قدر غیر معمولی توجہ اس جماعت کی طرف ہونے لگی ہے اور ہم تو مرکزِ سلسلہ میں قیام پذیر ہونے کے سبب خدا تعالےٰ کے ایسے فضلوں کا روزانہ ہی عجیب و غریب کرشمہ دیکھتے ہیں۔ ہر نیا آنے والا دِن ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث بن رہا ہے اور بسا اوقات ایسی ڈاک پڑھ کر ایک وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بفضلہ تعالےٰ بکثرت لٹریچر کی مانگ ہو رہی ہے جماعتِ احمدیہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد میں بھی عام حالات کے مقابلہ میں اضافہ ہے۔ خود اخبارِ بدر کے مشتاقانِ مطالعہ کے بارہ میں خطوط کا بحمد اللہ تانتا بندھا ہوا ہے۔ پس مولانا صاحب کا تاثر بالکل بجا اور سو فیصد درست اور صحیح ہے۔ دیگر باتوں کو چھوڑ کر ہمارے مخالف اگر اسی بات پر سنجیدگی سے غور کریں تو انہیں احمدیت کی صداقت کا زندہ نشان مل سکتا ہے۔ جماعت کے خلاف منصوبہ تیار کرنے والوں نے اپنی طرف سے اس جماعت کو گویا نیست و نابود کر دینے کا منصوبہ بنایا مگر خدا کی قدرت پر قربان جائیں اُن کی یہ مخالفت جماعت کے لئے کھاد کا کام دے گئی ——!!

(۲) —— اسی طرح مسلمان کی تعریف (ڈیفی نیشن) کا جس طور سے مستند حوالہ قلمبند کیا گیا ہے وہ بھی کسی طرح کم قابلِ قدر نہیں۔ آپ لکھتے ہیں :۔

"خلافت کے دَور میں جب یہ سوال اُٹھا کہ مسلمان کس کو کہنا اور سمجھنا چاہیئے۔ یا ایک مسلمان کی تعریف (ڈیفی نیشن) کیا ہے تو بڑی بحثوں کے بعد طے پایا کہ مسلمان وہ ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور سمجھتا ہے۔ اس بات پر اکثر علماء نے اتفاق کیا"

(رسالہ شبستان نومبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۵ کالم ۲)

چونکہ حالیہ مخالفت کا زیادہ زور ہمسایہ ملک پاکستان میں دکھایا گیا، مولانا صاحب کی مذکورہ سند کے ساتھ اگر ایک دوسری سند کا اضافہ کرکے یوں کہا جائے کہ "یا پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے وقت خود بانیٔ پاکستان کے پیشِ نظر مسلمان کی جو تعریف رہی۔" یہ سب اُن لوگوں کی خصوصی بصیرت اور معاملہ فہمی کی دلیل ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسی مآل اندیشی کے صرف یہی دو وقت نہیں تھے۔ یعنی اوّل تحریکِ خلافت کے دَور میں دوم پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے وقت بلکہ اتحادِ عالم اسلام کے وسیع تر مفاد کی خاطر اسی پالیسی کو قائم و دائم رکھا جانا ضروری تھا۔ اسی بناء پر کہنے دیجئے، کاش! اس وقت احمدیوں کو "غیر مسلم" بنانے والے اس بات کی اہمیت کو سمجھیں اور مخالفِ اسلام طاقتوں کے ہاتھوں کھلونا نہ بنتے چلے جائیں ——!!

(۳) —— اور یہ جو مولانا صاحب نے اسلاف کا اصول "توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہٖ قائلہٗ باطل" یاد دلا کر مسئلہ کو اس کے مطابق احمدیوں سے خاتم النبیین کی تشریح دریافت کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بھی عین انصاف کی بات ہے۔ کاش جماعت کے نکتہ چین اس پر عمل کرنے کی توفیق پائیں۔ اور مولانا صاحب کے اِس قیمتی مشورہ کو دِل میں جگہ دیں کہ :۔

"پس قادیانی حضرات سے یہی پوچھیے کہ مرزا صاحب نے خاتم النبیین کی کیا تشریح کی ہے۔ ان پر دعویٰ نبوت کا الزام لگانا اور ان کی تکفیر کرنا ایک ایسا طریقہ ہے جو تمام مسلمانوں کو کافر بنا دیتا ہے۔ قائل کو یہ حق دینا چاہیئے کہ وہ خود اپنے قول کے معنے اور اس کی تشریح بتائے" (ایضاً صفحہ ۱۶ کالم ۱)

(۴) —— محترم مولانا صاحب نے علماء کرام کی طرف سے ختمِ نبوت کے اصل نظریہ پر جو علمی مگر نہایت ہی سادہ طریق پر گرفت کی ہے، وہ ایک خدا لگتی بات ہے۔ جس میں توازن کا پہلو بالکل نمایاں ہے۔! چنانچہ آپ روشن ضمیر علماء اور دانشوروں کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"پس جو شخص بھی حضرت مسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لاتا ہے۔ وہ ختمِ نبوت کا منکر ہے اگر قادیانی اِس لئے کافر ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود اور نبی مانتے ہیں۔ تو ہمارے علماء بھی کافر قرار پائے کیونکہ وہ بھی حضرت عیسیٰ کو لاکر ختمِ نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ علماء حضرت مسیح کو لاکر اُنہیں نبی بھی مانتے ہیں اور ان کو صاحبِ وحی بھی مانتے ہیں۔ اور حضرت جبرئیل کو وحی لانے والا بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان علماء نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک حقیقی نبی کو واپس لاکر نبوت کا سارا کاروبار جاری کر دیا پھر بھی وہ ختمِ نبوت کے منکر نہیں اور قادیانی ختمِ نبوت کے منکر قرار پائے" (ایضاً صفحہ ۱۷ کالم ۱)

(۵) —— اور مضمون کا آخری صفحہ تو سارے کا سارا ہی ثابت شدہ حقائق پر مبنی ہے۔ اور اس میں سے بھی کالم ۱ کا حسبِ ذیل حصّہ جس میں محترم مولانا صاحب دانشوروں کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"پاکستان کی قومی اسمبلی نے پاکستان کے چالیس لاکھ احمدیوں کو نماز پڑھتے ہوئے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے غیر مسلم قرار دے دیا۔ اس پر ہماری آنکھیں اشکبار ہیں۔ خواجہ ناظم الدین کے زمانہ میں تحریکِ ختمِ نبوت پر بھی احمدیوں کے خلاف بہت بڑا ہنگامہ ہو چکا ہے۔ اس وقت اس فتنہ کو دبانے کے لئے ایک تو مارشل لا جاری کیا گیا۔ دوسرے جسٹس منیر کی صدارت میں ایک تحقیقاتی کمیشن بھی مقرر کر دیا گیا جس نے احمدی اور غیر قادیانی علماء کی شہادتیں قلمبند کی تھیں۔ جسٹس منیر نے اپنے طویل فیصلہ میں صاف طور پر لکھا کہ مختلف شہادتوں کی سماعت کے بعد عدالت اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اگر مسلمان کی وہ تعریف (ڈیفی نیشن) مان لی جائے جو علماء نے پیش کی ہے تو پھر مسلمانوں کے تمام فرقے کافر اور خارج از اسلام قرار پائیں گے۔ اگر جسٹس منیر کے فیصلہ ہی کو ناطق سمجھا جاتا تو پاکستان کی قومی اسمبلی کو وہ فیصلہ نہ کرنا پڑتا جس نے ضمیر کی آزادی کو کچل کر اسلام پر عدم رواداری کا الزام لگایا ہے۔ کہاں یہ بات کہ دُوسروں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا جائے۔ اور کہاں یہ رجعت کہ چالیس لاکھ مسلمانوں کو جو علی الاعلان اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں بیک بینی و دوگوش اسلام کے دائرہ سے نکال کر کفر کی تاریکی میں دھکیل دیا جائے اور پھر اس حرکت کو قابلِ فخر بھی سمجھا جائے" (ایضاً صفحہ ۱۲۱ کالم ۱)

کاش! احمدیت کی مخالفت میں جوش و خروش دکھانے والے ان باتوں پر سنجیدگی سے غور و فکر کرنے کی سعادت پائیں اور غیروں میں اسلام کو بدنام کرنے کی غیر شعوری مہم ترک کر دیں ——!!

اس کے بعد اب ہم علماء اور دانشوروں کی اُن لغزشوں کا جائزہ لیتے ہیں جن کا محترم مولانا صاحب کے مضمون میں دونوں کی ترجمانی کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ :۔

(۱) زیرِ نظر مضمون میں علماء کی ترجمانی کرتے ہوئے محترم مولانا فارقلیط صاحب کی طرف سے صفحہ ۱۸ کالم ۱ میں یہ جو کہا گیا ہے کہ :۔

"قرآن کریم میں حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کا کہیں ذکر نہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا درست ہوگا کہ کسی نبی کا دوبارہ آنا اور وہ بھی خاتم المرسلین کے بعد قطعاً غیر قرآنی ہے۔ قرآن کریم کی بعض آیات سے کھینچ تان کر کچھ نکالنا ایمان اور عقیدہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا"

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو ہم نہایت ادب و احترام کے ساتھ اپنے قارئینِ کرام کو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صرف اسّی صفحات کی کتاب "شہادۃ القرآن" (مطبوعہ ۱۸۹۳ء) کے بالاستیعاب مطالعہ کرنے کی درخواست کرتے ہیں [illegible] جس میں آج سے ۸۱ سال پہلے اس کتاب میں پوری شرح و بسط کے ساتھ ان [illegible] پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسرے نمبر پر کہنا ہے کہ علماء کرام نے اس بات کی تہہ تک پہنچنے کے لئے جو بڑی مشکل خود ہی اپنے لئے پیدا کر رکھی ہے وہ یہ ہے کہ خود غیر قرآنی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو علماء کو اس خطرناک غلطی کا احساس ہونا چاہیئے کہ مسیح کی آمدِ ثانی سے خود مسیح کا اپنا آنا ہرگز مراد نہیں بلکہ ان کے مثیل کا آنا مراد ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس جہان سے گزر جانے کے بعد کسی نبی کا ذاتی طور پر دوبارہ آنا غیر قرآنی ہے۔ لیکن کسی پہلے نبی کے مثیل کا آنا غیر قرآنی ہرگز نہیں۔ چنانچہ سورۃ مزمل کی آیتِ کریمہ

(آگے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱ پر)

خطبہ جمعہ

امتحان اور آزمائش کے وقت ایک مومن کے اندر کمزوری اور ضعف نہیں پیدا ہوتا بلکہ وہ ایمان میں اور ترقی کرتا ہے

اگر تم صبر و استقامت سے اپنے ایمان پر قائم رہو گے تو تمہاری زندگی کے ہر پہلو میں برکت اور نیک انجام کے خدائی وعدے پورے ہونگے

خدا کی خوشنودی اور محبت کی خاطر مصائب برداشت کرو اور اسوۂ محمدیؐ کے مطابق اپنی زندگی گذارو

وفا کے دامن کو نہ چھوڑو۔ خدا اپنی محبت کا دامن ہمیشہ تمہارے اوپر رکھے گا اور تم پر اپنی برکتیں نازل کرے گا

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۰ تبوک ۱۳۵۳ ہش مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۷۴ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ماہِ رمضان اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آگیا ہے۔ اس مہینہ میں قریباً ہر قسم کی عبادات جمع کی گئی ہیں۔ صدقہ و خیرات، قربانی، روزہ رکھنا، قرآن کریم کی تلاوت کثرت کے ساتھ کرنا (جو منبع اور سرچشمہ ہے تمام علوم کا اور بنیادی طور پر دنیوی علوم کا بھی منبع ہے اور روحانی علوم کا سرچشمہ تو ہے ہی) اسی وجہ سے صوفیائے کرام کا یہ قول ہے کہ اس ماہ میں

تنویرِ قلب کے بہت سے سامان

رکھے گئے ہیں یعنی اگر خلوصِ نیت کے ساتھ انسان اللہ تعالیٰ کے حضور میں قربانیاں دے تو کشف کا دروازہ کھلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر سال میں ایک ماہ ایسا رکھ دیا کہ جس میں اس قسم کی عبادتیں اکٹھی ہوگئیں کہ (جن کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی راہوں کو فراخ کر دیتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے (اُتر کر) انسان کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ یہ ایک تمثیلی زبان ہے۔ (بعض لوگوں کو اس کی سمجھ نہیں آتی اور دماغ میں اعتراض پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے لیکن) تمثیلی زبان میں ہم یہ کہتے ہیں کہ آسمان سے نیچے اُتر آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کی راہیں اس پر آسان ہو جاتی ہیں اور اس طرح پر خدا تعالیٰ کا ایک مخلص اور مومن بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طفیل کشف حاصل کرتا اور محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے قریب ہے۔ اور بُعد کے خطرات اور توہمات سے وہ نجات حاصل کر لیتا ہے۔ پس اس ایک مہینہ میں اگر ہم سمجھ کے ساتھ اور عرفان کے ساتھ اُن عبادات کو بجا لائیں جن کو اس مبارک مہینہ میں اکٹھا کیا گیا ہے تو روحانی طور پر زیادہ ذوق اور شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور عام دنوں اور عام موسموں کے علاوہ اِن دنوں میں روحانی طور پر

محبتِ الٰہی کی ایک آگ

بھڑکتی ہے اور یہ روحانی تپش اور آگ ایسے سامان پیدا کرتی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کو زیادہ روشن طور پر اپنی زندگی میں دیکھتا ہے اور اُس کے پیار پر وہ خوش ہوتا ہے اور اس کا شکر اور حمد کرنے کا اور اس کی راہ میں قربانیاں دینے کا سلسلہ اور بھی تیز ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے مہینے سے زیادہ سے زیادہ برکات حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

پچھلے خطبہ میں میں نے جماعت کو یہ بتایا تھا کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور مہدی معہود (جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک محبوب ترین روحانی فرزند ہیں) کی وساطت سے نئے سرے سے وہ معرفت عطا ہوئی جو صحابہ کرامؓ کو

اسلام کی نشأۃِ اولیٰ

کے زمانہ میں ملی تھی اور اس معرفت کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ خواہ وہ دنیوی معرفت ہو یعنی یقینی علم ہو، یا روحانی معرفت ہو کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ یعنی جب انسان کو اللہ تعالیٰ کے حسن اور اس کے احسان کا علم ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کی اِس معرفت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے انسان کے دل میں

محبّتِ ذاتی

پیدا ہوتی ہے۔ محبّتِ ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ اُس قسم کی محبّت نہیں ہوتی جو دنیادار مثلاً انگلستان یا ہندوستان یا کسی اور ملک کا رہنے والا اپنے افسر سے محبت یا لگاؤ کا اظہار اس لئے کرتا ہے کہ اس سے کچھ دنیاوی فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ ایک اس قسم کی (میں کہوں گا) بیہودہ سی محبت بھی دنیا میں پائی جاتی ہے۔ لیکن جس وقت خدا تعالیٰ کی معرفت انسان کو حاصل ہو جائے اور اُس کی عظمت اور اُس کے جلال کا علم مل جائے اور یقینی طور پر انسان کے سامنے

خدا تعالیٰ کی عظمت اور اُس کا جلال

اور اُس کا حُسن اور اُس کا احسان آجائے تو خدا تعالیٰ کا پیار پیدا ہوتا ہے۔ محبت دل میں پیدا ہوتی ہے اور میں نے پچھلے خطبہ میں بتایا تھا کہ جب انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اس طور پر ذاتی محبت پیدا ہو جائے تو یہ محبت، محبتِ ذاتی جو انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے دو تقاضے کرتی ہے۔ ایک یہ کہ انسان کوشش کرتا ہے کہ میرا یہ محبوب میری کسی غفلت اور کوتاہی کے نتیجہ میں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اور دوسرے یہ کہ انسان کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ میں وہ اعمال بجا لاؤں جن کے نتیجہ میں میری یہ محبت یکطرفہ نہ رہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیار اور اُس کی رضا بھی مجھے حاصل ہو۔

میں نے بتایا تھا کہ ۷ ستمبر کو جو بھی ایک مذہبی فیصلہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے کیا اس کا ردِ عمل احمدی کی طرف سے جس کے دل میں اپنے ربّ کا پیار ہے ایسا ہو ہی نہیں سکتا جس کے نتیجہ میں

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خدشہ

ہو اور یہ بات ہمیں قرآنِ کریم نے بتائی ہے کہ کن باتوں سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ اور کن اعمال کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی محبت کو حاصل کرتا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ وہ کام جن کے متعلق قرآنِ عظیم نے کہا ہے کہ اگر انسان ان کا مرتکب ہو تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لینے والا ہے، ان میں سے میں نے دو کا ذکر کیا تھا۔ ایک ظلم اور دوسرے فساد کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ظلم کو پسند نہیں کرتا۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں فساد سے پیار نہیں کرتا تو ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ظالم ہو یا فسادی ہو وہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کی ناراضگی مول لینے والا ہوتا ہے۔ اس لئے جماعتِ احمدیہ اور احبابِ جماعتِ احمدیہ (سوائے چند منافقوں کے یا پھر بہت ہی نئے نئے جوان احمدیوں کے جن کی تربیت ابھی صحیح نہیں ہوئی۔ جو لاکھ میں شاید ایک ہو اُن کے سوا) کسی کا ردِ عمل ایسا نہیں ہوگا کہ جس کے متعلق قرآن عظیم نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ یہ کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لو گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے پیار کو تم حاصل نہیں کر سکو گے تو میں نے اِس قسم کے دو بد اعمال کا پچھلے خطبہ میں ذکر کیا تھا۔

مَیں نے بتایا ہے کہ قرآنِ عظیم نے بہت سے ایسے اعمال کا ذکر کیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور بہت سے ایسے اعمال کا ذکر کیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی رضا مترتب ہوتی ہے اور انسان کو اپنے اس عظیم اور پاک اور عظمت اور جلال کے سرچشمہ اور تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور

ہر ایک عیب سے پاک ذات

کی محبت اُس کو مِل جاتی ہے۔

آج مَیں مختصراً دو ایسی مثبت باتیں لوں گا جن کے متعلق قرآنِ کریم نے کہا ہے کہ اگر تم یہ اعمال بجا لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت تمہیں مِل جائے گی۔ یعنی معرفت کے نتیجہ میں اپنے پیدا کرنے والے ربّ کے لئے جو تمہارے دِل میں پیار پیدا ہوگا وہ یکطرفہ نہیں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ پیار کا سلوک کرے گا۔ اور اس کی رضا کو تم حاصل کر لو گے۔ اُن میں سے پہلی چیز صبر ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ

اور اس آیت میں

صبر کے دو پہلو

نمایاں کئے ہیں۔ اس آیت میں جس کے آخر میں فرمایا ہے وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ اِس کے شروع میں دو معنی بتائے ایک یہ کہ وہ تکالیف جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہنچی ہیں ان کے نتیجہ میں نہ انسان سُست ہوتا ہے نہ ضُعف کے آثار اُس کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی ضُعف اور کمزوری پیدا نہیں ہوتی اور سُستی پیدا نہیں ہوتی۔ تو جُوں جُوں اللہ تعالیٰ کی آزمائش میں (آفات کے ذریعہ اور ابتلاء کے ذریعہ اور بأساء کے ذریعہ اور ضرّاء کے ذریعہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بیان کیا ہے) خدا تعالیٰ کے بندے کی اُس کے محبوب کی طرف سے آزمائش کی جاتی ہے اسی نسبت سے اس کے اعمالِ صالحہ میں وَھن اور سُستی کی بجائے زیادہ شدّت پیدا ہوتی ہے، اور ضُعف و کمزوری اور ناتوانی کی بجائے، طاقت پیدا ہوتی ہے۔ وہ اَور اُبھرتا ہے۔ جس طرح بچے ٹینس کی گیند اور ربڑ کی گیند کے ساتھ کھیلتے ہیں (بچپن میں ہم بھی بہت کھیلا کرتے تھے۔ اب وہ عمر گذر گئی) جتنے زور سے گیند کو زمین پر آپ پھینکیں اُتنے ہی زور کے ساتھ وہ زیادہ اُونچا اُبھرے گا تو انسان جب

اللہ تعالیٰ کی محبت

اپنے دِل میں پیدا کر لیتا ہے اور خُدا تعالیٰ اُس کی آزمائش کے لئے اور اُس کے ثواب میں زیادتی پیدا کرنے کے لئے اور اپنی محبت کا زیادہ حسین رنگ میں اظہار کرنے کے لئے اپنی مخلوق میں سے بعض کو اپنے اس بندے کو زمین پر پٹخنے کی اجازت دے دیتا ہے۔ کہ میرے اس بندے کو زمین پر زور سے پٹخو! اور جب وہ پٹخا جاتا ہے تو وہ ایک کمزور ایمان والے کی طرح یا غافل کی طرح زمین کے ساتھ چپک نہیں جاتا بلکہ جتنے زور سے پٹخا جاتا ہے اتنا بلند ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے تو اس آیت میں صبر کے ایک معنی یہ بتائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ سے پیار کرتا ہے مَیں اُس کی آزمائش کرتا ہوں اور اُس کو مصیبتوں میں ڈالتا ہوں، اگر میرے ساتھ پیار سچا ہو تو اس ابتلاء اور امتحان کے اوقات میں میری محبت کے اظہار میں نہ سُستی ہوتی پیدا ہوتی ہے اور نہ میرے ساتھ عشق کے تعلق میں کمزوری اور ضُعف پیدا ہوتا ہے بلکہ جُوں جُوں اُسے مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے اور پیسا جاتا ہے اسی نسبت سے اُس کا پیار زیادہ اُبھرتا ہے اور وہ ایسے اعمال بجا لاتا ہے جن کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت جو وہ خُدا سے حاصل کرتا ہے وہ پہلے سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اُس کے جلوے زیادہ حسین اور اس کا عرفان (بندہ کے دِل میں) نسبتاً بہت زیادہ عظمتوں والا بن جاتا ہے۔ گلیتہً (اور کامل طور پر) تو

حُسن اور اِحسان کا مالک

اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مگر اُس کی صفات کے جلوے اپنے بندوں کے ساتھ اُن کے پیار اور ان کے اعمال کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر شخص پر خدا تعالیٰ کے پیار کا جلوہ ایک جیسا نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر شخص پر اُس کی محبت اور اُس کی قربانی اور ایثار اور اس کے صبر اور دُوسری وہ چیزیں جن سے اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے اُن کے مطابق ہوتا ہے اور اُس کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ ایک دُوسرا پہلو ہے۔ کسی کی استعداد تھوڑی ہے کسی کی زیادہ ہے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے جو اُس کے حُسن اور احسان کے جلوے، جو اُس کے پیار اور رضا کے جلوے اُسی کے مطابق نسبتاً کم یا زیادہ صورت میں اس پر ظاہر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں اس صبر کرنے والے سے پیار کرتا ہُوں، جسے میری راہ میں دُکھ دیا جاتا ہے۔ اس میں نہ کمزوری واقع ہوتی ہے نہ ضُعف واقع ہوتا ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بشاشت کے ساتھ اور پہلے سے بھی زیادہ ذوق اور شوق کے ساتھ (جیسا کہ مَیں نے بتایا رمضان کی عبادتوں میں یہ انسان کی حالت رُوحانی ہو جاتی ہے) میرا بندہ میری طرف بڑھتا ہے۔ اور جتنی تیزی سے وہ میری طرف بڑھتا ہے اُس سے زیادہ تیزی کے ساتھ مَیں اُس کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہوں۔ یہ اُس کی جزا ملتی ہے۔ اور اس آیت میں صبر کے دوسرے معنی یہ کئے گئے ہیں کہ مخالف کے سامنے تذلّل اختیار نہ کرنا بلکہ

غَیرُ اللّٰہ کے سامنے تذلّل

توحید سے بُعد کا نام ہے۔ کیونکہ جو توحیدِ خالص پر قائم ہوتا ہے وہ تو غیر اللہ کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی مانند بھی نہیں سمجھتا اور حقیقت بھی یہی ہے آپ خود بھی سوچیں کہ جس پاک وجود یعنی ہمارے اللہ نے اتنے بڑے عالمین (UNIVERSE) کو پیدا کیا۔ اتنے بڑے عالمین کی وسعت کو ہمارا دماغ اور قوتِ فکر اپنے احاطہ میں نہیں لے سکتی۔ (ایک لمبے مضمون کو مختصر کر کے مَیں اس کی مثال دے دیتا ہوں کہ) ہمارا جو نظامِ شمسی ہے (بہتوں کو اس سے واقفیت ہوگی۔ بعض بچوں کو نہیں ہوگی) اَن گنت اور بے شمار نظام ہائے شمسی سے ایک "قبیلہ" بنتا ہے۔ وہ "قبیلہ" اِس عالمین کی ایک اکائی ہے۔ اس کا اپنا ایک وجود ہے۔ اور اس کو انگریزی میں گیلیکسی (GALAXY) کہتے ہیں۔ اور یہ (GALAXY) گیلیکسی (صرف) اپنی وسعتوں کے اندر قائم (اور محدود) نہیں بلکہ جب سے (GALAXIES) گیلیکسیز پیدا ہوئی ہیں۔ اور جو گیلیکسی پیدا ہو جائے وہ ایک خاص معیّن اور نامعلوم جہت کی طرف حرکت کر رہی ہے۔ اتنی وسعت ہے۔ اور (GALAXY) کے متعلق اُن سائنسدانوں کا (جن کا تعلق ستاروں کا علم حاصل کرنے سے ہے) کہنا ہے کہ ہم اُن

نظام ہائے شمسی

کو شمار ہی نہیں کر سکتے۔ جن سے ایک (GALAXY) یا ایک "قبیلہ" بنتا ہے۔ گویا اَن گنت سُورج کے نظاموں سے مل کر ایک قبیلہ بنتا ہے۔ سورج کے ایک نظام کو ایک خاندان سمجھیں اس سے پھر ایک قبیلہ بنتا ہے۔ اور اس قبیلہ میں سورج کے بے شمار نظام ہیں۔ اور اس ساری چیز کا ایک وجود ہے۔ اور وہ سب کے سب اپنی اپنی نسبتیں (جو ایک دوسرے سے ہیں) قائم رکھتے ہوئے ایک جہت کی طرف حرکت میں ہیں۔ مثلاً ہمارا سُورج اور اس کے نظام کے ستارے اپنے اپنے محور پر بھی ایک خاص زاویہ میں ایک خاص تیزی کے ساتھ حرکت کر رہے ہیں۔ اور سورج کے گرد بھی ان کی حرکت جو ایک مخصوص فاصلہ پر ہو رہی ہے اپنی جگہ قائم ہے۔ اور ایک نظامِ شمسی کی نسبت وسعت کے لحاظ سے دوسرے نظامِ شمسی کے ساتھ ہے۔ یہ بے شمار اور اَن گنت نسبتیں اللہ تعالیٰ نے ان "خاندانوں" کی آپس میں رکھی ہیں اور سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ جو گیلیکسی ہے جس میں اَن گنت اور بے شمار نظام ہائے شمسی ہیں اُن "قبائل" کی تعداد بھی بے شمار ہے اور اَن گنت ہے۔ آپ کا دماغ چکرا جائے گا۔ ہم اس وسعت کو دماغ میں لا ہی نہیں سکتے۔ پھر خالی یہ نہیں بلکہ ان بے شمار نظام ہائے شمسی کے بے شمار قبائل کی حرکت آپس میں (PARALLEL) یعنی متوازی نہیں بلکہ ہر لمحہ اُن کے آپس کے فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ ان

بے شمار اور اَن گنت قبائل

کے درمیان کا فاصلہ ہر آن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ تو جس خلاء (SPACE) میں یہ اَن گنت (GALAXIES) گیلیکسیز ہیں۔ اس کی وسعت کا تصور کون کر سکتا ہے۔ اور یہ فاصلہ بڑھتے بڑھتے ایک وقت میں اتنا ہو جاتا ہے کہ اس کے اندر بے شمار اور اَن گنت "خاندانوں" کی ایک (GALAXY) گیلیکسی سما سکے تو آدھے سائنس دان اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ) اُس وقت خدا تعالیٰ کُن کہتا ہے اور یکدم بیشمار اور اَن گنت خاندانوں کا ایک "قبیلہ" وہاں پیدا ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ حرکت یہی ہے کہ ان کا باہمی فاصلہ ہر وقت بڑھ رہا ہے۔ تو گویا ہر وقت ان بے شمار (GALAXIES) کے درمیان اور بے شمار (GALAXIES) گیلیکسیز پیدا ہو رہی ہیں۔ اور ان کا کوئی خاتمہ نہیں۔

پس خدا تعالیٰ کی صرف صفتِ "خلق" کی اتنی وسعت ہے تو خدا تعالیٰ کو ہماری عقل اپنے احاطہ میں لے ہی نہیں سکتی۔ اور جب ہم نے اُس عظیم ہستی پر کامل توکّل کر کے اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالا تو پھر کسی اور کے سامنے تذلّل کے ساتھ ہم جُھک کیسے سکتے ہیں؟ تو یہ ہے صبر جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل ہوتا ہے۔

صبر کے متعلق بہت سی آیات ہیں جن پر درجنوں خُطبے دیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن مَیں آپ کو

ایک احمدی کی حقیقتِ حیات

سمجھانے کے لئے مثالیں دے رہا ہوں کہ ایک احمدی ایسا ہے جو صبر کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو صبر کرے گا۔ میرا پیار حاصل کرے گا۔ دوسری جگہ سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ پہلے جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ صبر کرنے والے سے پیار اور محبت کرتا ہے۔ اور یہاں یہ مفہوم ہے

کہ اللہ تعالیٰ کا صبر کرنے والے سے ہر قسم کا اچھا تعلق ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ میں اُس پہلے تصور سے بڑھ کر ایک تصور پیش کیا گیا ہے۔ اور صبر کی جو صفت مومن کو اپنے اندر پیدا کرنے کو کہا اس سے ایک اور امر کی طرف توجہ دلائی اور گویا ساری زندگی کی روحانی کوشش کو ان دو چیزوں کے اندر محدود کر دیا یعنی صبر اور صلوٰۃ (یعنی دُعا) کہ اگر تم صبر اور دُعا سے میری مدد چاہو گے تو میں ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں گا۔ ایک تو اس سے ہمیں یہ پتہ لگے گا کہ خالی دُعا (بغیر تدبیر کے) بالکل بے نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ نہیں کہا کہ جو محض صلوٰۃ سے کام لیتا ہے دُعا کرتا ہے اُس کی زندگی کی کوششیں ثمر آور ہونگی۔ یہ کہا کہ جو دُعا بھی کرتا ہے اور صبر بھی کرتا ہے (وہ کامیاب ہوگا) صبر کے جیسا کہ میں نے ابھی معنی بتائے ہیں یہ ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کے روحانی عمل کے اندر کمزوری نہیں پیدا کر سکتی۔ جب انسان آزمایا جاتا ہے تو اس کی تدبیر کمزور ہونے کی بجائے زیادہ طاقتور ہو جاتی ہے۔ اِس لحاظ سے یہاں یہ مفہوم ہوگا کہ جو دُعا اور جو تدبیر وہ تدبیر جو صحیح معنی میں ہو اور اُن راہوں پر ہو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جانے والی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی محبت انسان حاصل کرتا ہے۔ ویسی تدبیر اور دُعا

اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی معیت

جو انسان کی جسمانی اور روحانی زندگی کے لئے چاہیئے۔ وہ معیت اُسے میسر آجاتی ہے۔ اور جب اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کے معنیٰ دوسری جگہ سورۂ بقرہ میں ہی ہمیں یہ بتائے کہ (یہ آیات صبر، مصیبت اور آزمائش اور امتحان اور اُس کی جزاء سے متعلق ہیں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مصیبت کے وقت اور امتحان کے زمانہ میں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کا زبانی اور عملی وِرد کرتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا ہم نے تو سارا کچھ تیرے سپرد کر دیا۔ ہم سارے کے سارے خدا کے ہیں۔ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ زمین و آسمان خدا کی ملکیت ہے۔ یہ "ل" کے معنوں میں داخل ہے۔ انسان کو خدا نے کچھ تھوڑا سا اختیار دیا تھا۔ انسان کہتا ہے اِنَّا لِلّٰہِ ہم سارے کے سارے ہر پہلو سے تیرے ہی ہیں اور ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ زندگی یہاں ختم ہونے والی نہیں۔ اور ہم تیری طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اس زندگی میں بھی اِس رجوع کا مطلب یہ ہے کہ تو ہمیں اپنی حفاظت میں رکھ۔ اور ہمارے اعمال کا نتیجہ اچھا نکال۔ اور اُخروی زندگی میں ہمیں پچھتاوا نہ ہو کہ ہم نے دُنیا میں جو نیک کام کر کے اللہ تعالیٰ کی جنتوں کو حاصل کرنا تھا۔ اُس میں کوتاہی اور غفلت اور وَھن اور ضُعف پیدا نہ ہو۔ وہ آیات جن میں

مختلف آزمائشوں کا ذِکر

ہے۔ مثلاً وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ ..... الخ وہ آزمائشیں اِس وقت میرے مضمون کا حصہ نہیں۔ میرا مضمون یہ ہے کہ ہر آزمائش کے وقت خدا تعالیٰ کے ان احکام کو سامنے رکھ کر اِنَّا لِلّٰہِ کا احساس (ذہنی احساس اور عملی احساس) قائم رکھنا کہ جس کے ہم مِلک ہیں۔ اور ایک زبردست ہستی اپنی ملکیت کے ساتھ جو سلوک کرتی ہے وہ سلوک ہم اس سے متوقع رکھتے ہیں۔ اور ہم اس کی پناہ میں ہیں۔ وہ ہمیں آزمائے گا تو سہی لیکن ہمیں بے سہارا نہیں چھوڑیگا۔ وہ ہمیں ہلاک نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ ہماری ترقیات کے اَور دروازے کھولنے والا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَ رَحْمَۃٌ۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی برکات اور اس کی رحمتیں حاصل کرنے والے ہیں۔ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ ان کی اُنگلی پکڑ کر ان کے نیک انجام تک اُن کو پہنچا دیتا ہے۔ اور منزلِ مقصود تک وہ پہنچ جاتے ہیں اور انتہائی کامیابی ان کو مل جاتی ہے۔ اور چونکہ صبر کے ساتھ آزمائشوں کا بھی ذکر ہے اس لئے ساتھ ہی یہ بھی ہمیں بتا دیا کہ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ۔ ایک تو اصول ہے۔ تعلیم یہ ہے کہ تم خدا کے ہو جاؤ گے اور اپنے قول اور فعل سے اِنَّا لِلّٰہِ کہنے والے ہوگے اور تمہارا توکل اور تمہاری نگاہیں اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کی طرف ہوں گی۔

آخری انجام خُدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

تو اللہ تعالیٰ سورۂ روم میں فرماتا ہے کہ اگر تم استقلال کے ساتھ اپنے ایمان پر قائم رہو تو اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ہمیں بھرپور وعدے دیئے ہیں جو ہماری زندگی کے ہر پہلو میں برکتوں کے وعدے ہیں۔ اور نیک انجام کے وعدے ہیں۔ اور ترقیات کے وعدے ہیں۔ اس زمانہ میں تو خدا تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ اور اِس زمانہ کے مومنوں کو اتنا زبردست وعدہ دیا ہے کہ ویسا وعدہ صرف صحابۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا۔ ورنہ دُنیا کی تاریخ میں نوعِ انسانی کو اتنی زبردست بشارت آج تک نہیں ملی۔ (آج سے میری مراد اسلام سے قبل ہے) اور اسلام کے دو وقتوں پر یہ بشارت بٹی ہوئی تھی۔ ایک وہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں آپؐ کی تربیت حاصل کر کے اُس وقت کی ساری دُنیا پر

اِسلام کو غالب کرنے والے

بنے۔ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ اور ایک وہ دوسرا گروہ جس کا تعلق (ہمارے پہلے بزرگوں کے نزدیک بھی) مہدیٔ معہود علیہ السلام کے ساتھ تھا یعنی تم! جماعتِ احمدیہ (کیونکہ ہمارے عقیدہ کے مطابق مہدیؑ آگئے) تم سے خدا تعالیٰ نے آج وعدہ کیا ہے۔ اتنی بڑی بشارت دی ہے کہ انسان اس بشارت کو دیکھ کر پھر اپنی کمزوریوں پر نگاہ کر کے کانپ اُٹھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اِس کمزور اور دھتکاری ہوئی جماعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ ساری دُنیا میں اسلام کو غالب کر دے گا۔ اور کشفی حالت میں اور الہام میں اس کی شکلیں یہ دکھائیں (اس کی بھی میں ایک مثال دے دیتا ہوں) مثلاً روس ہے۔ روس میں جماعتِ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ریت کے ذرّوں کی طرح دکھائی گئی۔ سارے روس کے ریت کے ذرّے کون گن سکتا ہے۔ یہاں دریا کے کنارے پر جا کر کسی دن کھڑے ہو کر اپنے پاؤں کے نیچے جو ریت کے ذرّے آئیں اُن کو گننے کی کوشش کرنا، وہ بھی تم سے نہیں گنے جائیں گے۔ یہ تو ایک چھوٹا سا حِصّہ ہے۔ یہ زمانہ ساری دُنیا میں اسلام کو غالب کرنے کا ہے۔ اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دی گئی اور یہ بھی بتایا گیا کہ کن لوگوں کے ذریعہ سے یہ کام ہوگا۔ پس بڑی ذمہ داریاں ہیں اور اپنے نفوس کی اصلاح کی بڑی ضرورت ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے بہت پختہ تعلق قائم کرنے اور قائم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کی توفیق عطا کرے۔

اور جہاں یہ کہا کہ استقلال سے ایمان پر قائم رہو وہاں یہ بھی کہا کہ کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو اِن وعدوں پر یقین نہیں رکھتے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ

تو ساتھ یہ کہا کہ جو اِن وعدوں پر یقین نہیں رکھتے (اُن سے ہوشیار رہو) یہ یاد رکھو کہ وہ تمہیں دھوکہ دے کر اپنی جگہ سے ہٹا نہ دیں۔ ہر وقت محتاط رہنا۔

اور دوسری چیز بنیادی طور پر جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو جذب کرتی ہے جس کی طرف اِس آیت میں اشارہ ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ اگر تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی معرفت اور احسان کے بعد پیدا ہو گئی ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ محض اس محبت کے پیدا ہو جانے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بھی تم سے پیار کرنے لگ جائے گا۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اگر تمہارے دل میں سچی محبت ہے تو قرآن کہتا ہے کہ تمہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو جواب میں بھی حاصل کرو گے۔ مگر اس کے لئے ایک شرط ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ اس کے لئے یہ شرط ہے کہ انسان

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامِل اتّباع

کرنے کی کوشش میں ہر وقت لگا رہے۔ اس اتّباع کے بغیر اور محض معرفت کے نتیجہ میں کسی سینہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جانے کی وجہ سے خدا تعالیٰ محبت کا سلوک نہیں کرتا۔ بیچ میں اتباعِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بات یہ ہے کہ کوئی چیز بھی اور خصوصاً جو بڑے بڑے سائنس کے علوم ہیں وہ عمل (اور عملی تجربات) کے بغیر بے نتیجہ ہیں۔ یعنی محض علم کا ہونا انسان کو اس کا پھل نہیں دے سکتا۔ جب تک عمل نہ ہو۔ اس کی عام فہم مثال حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بھی دی ہے۔ (بچے بھی سمجھ لیں گے) اگر ڈاکٹر یہ کہے کہ بچے کو ملیریا بخار ہے اسے کونین دو لیکن بچہ کہے کہ کونین کڑوی ہے میں نہیں کھاؤں گا۔ اور نہ کھائے۔ تو (کیا) کونین کا فائدہ اُس بچہ کو ہوگا؟ صرف اس علم کی وجہ سے کہ کونین سے ملیریا کا بخار اُتر جاتا ہے وہ بخار نہیں اُترتا۔ محض علم بخار نہیں اُتارتا۔ علم کے مطابق عمل کرنا بخار اُتارتا ہے۔ یہ علم اب عام زمینداروں کو بھی ہو گیا ہے کہ گندم کے بہت سے بیج ایسے ہیں جن کے لئے زیادہ مقدار میں مصنوعی کھاد کی ضرورت ہے۔ اور مصنوعی کھاد زیادہ پانی مانگتی ہے۔ اگر انسان گندم کے لئے بیج لگا دے اور تجربوں سے جو ثابت ہوا ہے کہ اتنی کھاد چاہیئے اُس کا پتہ تو ہو مگر اس پر عمل نہ کرے (انسان کا علم ہر روز ناقص ہی رہتا ہے۔ نئے نئے تجربے ہوتے رہتے ہیں۔ اور نیا علم انسان کو بتاتا ہے کہ پہلا علم ناقص تھا، جس پر تو نازاں ہوا کرتا تھا۔ بڑا فخر کرتا تھا) بہرحال) اب ماہرین یہ کہتے ہیں کہ نئے بیج کے لئے ایک اور دو کی نسبت سے کھاد کی ضرورت ہے۔ یعنی تین میں سے ایک فاسفورس اور دو یوریا کی نسبت ضروری ہے۔ اگر ایک بوری فاسفورس کی ڈالی ہے تو دو بوری یوریا۔ یا اگر سَو پونڈ فاسفورس ڈالا ہے تو دو سَو پونڈ یوریا چاہیئے۔ اگر کوئی ایسا بیج لگائے اور اس کو صحیح مقدار میں کھاد اور وقت پر پانی ملتا رہے تو پچاس یا ساٹھ من ایک ایکڑ میں سے گندم ہو جائے گی۔ بیج تو وہ لگا دے لیکن کھاد دینے کا وقت آئے تو وہ سوچے کہ کون رقم خرچ کرے۔ بس اسی طرح ٹھیک ہے، اللہ مالک ہے، تو

خُدا کا قانون اور حُکم

کہتا ہے کہ جو علم میرے "قانون" کا تم نے حاصل کیا اگر اس کے مطابق تم عمل نہیں کرو گے تو نتیجہ وہ نہیں نکلے گا جس کی تم توقع رکھتے ہو یا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ محکمۂ زراعت والے مشورہ دیتے ہیں کہ اتنی کھاد ڈال دو۔ اور اگر آپ نے کھاد ڈال دی اور محکمۂ آبپاشی آپ کو وقت پر پانی مہیا نہ کرے جیسا کہ بسا اوقات احمدی میرے پاس یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہمیں وقت پر پانی نہیں دیا اور نہر یا سُوئے بند کر دیئے اور درمیان میں کوئی ایسی روک آجاتی ہے تو "سُوکھے" کی وجہ سے گندم کے جلنے کا امکان زیادہ ہے۔ پچاس ساٹھ من گندم پیدا ہونے کا امکان کم ہے۔

مَیں آپ کو یہ دو مثالیں دے کر یہ سمجھا رہا ہوں کہ محض علم اور معرفت کا حاصل ہونا نتیجہ خیز نہیں۔ اس کے لئے اس کے مطابق عمل ہونا چاہیئے۔ پس

معرفت صرف علم ہے

اس سے انسان اللہ تعالیٰ کی اُس شان کو جو فی الواقعہ ہے جیسا کہ قرآنِ کریم نے ہمیں بتایا اور اس کی عظمت اور اس کا جلال اور اس کی کبریائی اور اس کی وحدت، ان چیزوں کی جب انسان معرفت حاصل کرتا ہے تو پھر اس میں ایک تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی حقیقی معرفت تو بہرحال عمل کروا دیتی ہے کیونکہ پھر دُوری ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے۔ لیکن (ہم یہ ممکن مثال لے رہے ہیں کہ) اگر معرفت ہو اور عمل نہ ہو، قریب جانے کی کوشش نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اعمالِ صالحہ کی طرف توجہ نہ ہو جہاں سے ہمیں ان اعمال کا علم مل رہا ہے۔ یعنی قرآنِ کریم، وہ ہم پڑھیں نہ، اس پر غور نہ کریں، قرآنِ کریم کے علم کے مطابق کوئی نمونہ ہمارے سامنے نہ ہو۔ اور اُسوۂ حسنہ کو نظر انداز کر دیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام دُنیا کے لئے اور تمام اُن لوگوں کے لئے جو خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرنا چاہتے ہیں، ایک اُسوۂ حسنہ ہیں۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ط جو خدا کو چاہتا ہے اور اس کی محبت حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہے اور اُمید رکھتا ہے اور رجاء رکھتا ہے اس کے لئے

محض معرفت کے نتیجہ میں

سینوں میں اور دلوں میں محبت کا پیدا ہو جانا کافی نہیں اور حقیقۃً تو وہ محبت ہے ہی نہیں جو عمل کی طرف انسان کو مائل کرتی نہیں۔ قرآنِ کریم نے کہا اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ اگر معرفتِ باری تمہیں حاصل ہو گئی اور خدا تعالیٰ کی معرفت کے بعد تمہارے دل میں اس کا پیار پیدا ہو گیا تو پھر بھی تمہیں اس کا پیار نہیں ملے گا جب تک تم اِتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کے مطابق میری (یعنی محمد صلعم کی) کامل اتباع نہیں کرو گے۔ یہ اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کروایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے اُسوہ بنایا ہے۔ اگر اپنی محبت کے بدلے میں خدا تعالیٰ کی محبت کی توقع اور رجاء رکھتے ہو تو میری اتباع کرنی پڑے گی۔ میرے پیچھے چلنا پڑے گا۔ نمازیں اسی طرح ادا کرنی پڑیں گی جس طرح مَیں نے کیں۔ روزے اسی طرح رکھنے پڑیں گے جس طرح مَیں نے رکھے۔ یہ درست ہے کہ آپؐ کی استعداد تمام بنی نوعِ انسان سے زیادہ تھی۔ اُسوہ اور مثال یہ نہیں کہ آپؐ اگر ساتویں آسمان سے اُوپر نکل گئے (اور آپؐ کا مقام عرشِ ربِّ کریم پر ہے) تو ہر مسلمان کو ساتویں آسمان سے اُوپر نکلنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہا۔ یہ اُسوہ نہیں ہے۔ اُسوہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے صرف ایک ہستی کو ساتوں آسمان پار کر کے عرشِ ربِّ کریم کے پاس جگہ دینی تھی تو وہ شخص اپنی استعداد اور

قوت کی کامل نشو ونما

کے نتیجہ میں وہاں پہنچ گیا تو جس کی جتنی جتنی استعداد اور قوت ہے اپنی استعداد اور قوت کے دائرہ کے اندر سب سے زیادہ جو رُوحانی اور جسمانی مقام انسان کو حاصل ہو سکتا ہے وہ اس کو حاصل ہونا چاہیئے۔ اور وہ جو اتباع کرے گا اس کے نتیجہ میں جو اُس کی طاقت اور اس کی رُوحانی استعداد ہے اس کے مطابق وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اور اسی استعداد کے مطابق وہ خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے والا ہے۔ اور یہ چیز محلِ اعتراض نہیں۔ کیونکہ جس برتن میں صرف ایک سیر دُودھ سما سکتا ہے اس میں اگر تم ڈیڑھ سیر ڈالو گے تو آدھ سیر بہہ جائے گا اور ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ اس برتن میں سیر سے زیادہ گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہی حالت انسان انسان کی ہے۔ انسان کا جو ظرف ہے (انسان کے معاملہ میں ہم ظرف کہتے ہیں۔) جس طرح دُودھ کے برتن ہیں اور گھی کے برتن ہیں اور آٹا رکھنے کے برتن ہیں۔ اور پھر توڑی رکھنے والے بڑے بڑے چھتوں والے کمرے بنائے ہوئے ہوتے ہیں، اور بعض دفعہ لپائی کر کے گُم سُم چھپا ہوا ایک گھر بنا لیا جاتا ہے جس میں توڑی بھر لی جاتی ہے۔ تو اگر وہ دس گز کے رقبہ میں بنا ہوا ہے تو اتنی ہی توڑی آئے گی۔ اگر وہ سو گڈوں کی گنجائش والی جگہ ہے تو اتنی بلندی تک لے جا کر آپ سو گڈے تو لپائی کر سکتے ہیں اس میں دو سو گڈے نہیں سما سکتے۔ اسی طرح ہر انسان کو خدا تعالیٰ نے ایک ظرف دیا ہے۔ اور ہر فردِ واحد کے لئے

انتہائی خوشی کے سامان

یہ ہیں کہ جتنا اُس کے اندر سمانا تھا اس کو مل گیا۔ جس طرح اُن سو برتنوں میں سے جن میں ایک سیر دُودھ پڑ سکتا ہے۔ زبانِ حال سے سب سے زیادہ خوش وہ برتن ہے جس میں ایک سیر دُودھ پڑ گیا۔ اور اُن سو میں سے مثلاً دس برتنوں میں سیر سیر دُودھ پڑ گیا باقیماندہ میں سے مثلاً کسی کے پیندے کے ساتھ لگا ہوا ہے، جس برتن میں پیندے کے ساتھ دُودھ لگا ہوا ہے وہ برتن "خوش" نہیں۔ قرآن نے کہا کہ جہنم بھی شور مچا دے گی کہ کوئی اَور ہے تو اَور مجھے دے دو۔ وہاں

ایک علیحدہ فلسفہ

بیان ہوا ہے۔ وہ اس مضمون کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز جس کام کے لئے جس مقدار اور جس حد تک جانے کے لئے بنائی گئی ہے اُتنی پوری مقدار اس کو نہ ملے تو پوری خوشی اس کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی عبادات اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس رنگ میں کیں کہ آپؐ کی استعداد جہاں تک آپؐ کو پہنچا سکتی تھی وہاں تک آپؐ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور اپنی استعداد کے مطابق کامل خوشی حاصل کی۔ اگرچہ دوسروں کے مقابلہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اکثر لوگ تو زمین پر ہی رُوحانی مسرّتیں حاصل کر رہے ہیں۔ پہلے آسمان تک بھی نہیں پہنچے۔ اور آپؐ ساتویں آسمان کو بھی پھلانگ کر عرشِ ربِّ کریم کے پاس پہنچے۔ اور خدا تعالیٰ نے بڑے پیار کے ساتھ اُٹھا کر اپنی دائیں طرف اپنے عرش پر بٹھا لیا۔ اس حقیقت کے بیان کے لئے یہ

ایک تمثیلی زبان

ہے ورنہ سمجھ ہی نہیں آسکتی اور ایک وہ شخص ہے جس کی استعداد اور ظرف صرف پہلے آسمان تک جاتا ہے۔ جب اُس کا پیمانہ بھر گیا تو جس طرح دُودھ کا برتن مُنہ تک بھر جانے سے ایک حُسن پیدا ہوتا ہے، بھینسوں والوں میں سے جس نے پہلے کبھی یہ حُسن نہیں دیکھا وہ جا کر دیکھے کہ سیر والا پیمانہ جب بھر جاتا ہے تو اس میں ایک حُسن پیدا ہوتا ہے۔ جب پیندے میں دو چھٹانک دُودھ پڑا ہوا ہو تو اس میں کوئی حُسن پیدا نہیں ہوتا۔ ہماری یہ ظاہری آنکھ بھی اُس حُسن کو دیکھتی ہے۔ پھر جانوروں کی خوبصورتیاں ہیں۔ مثلاً بڑی خوبصورت وہ بھینس ہے جس کا جسم پُوری طرح (DEVELOP) ڈیویلوپ ہوا ہو۔ وہ بہت اچھی لگتی ہے۔ یہاں بہت سے زمیندار آئے ہوئے ہیں۔ وہ خیر اور برکت کے ساتھ واپس جائیں اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور امان کے اندر وہ جائیں (موسم اب بدل رہا ہے اور شرافت کا موسم اور

حقوق کی ادائیگی کا موسم

آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مُلک پر فضل کرے۔ یہ تو ضمنی بات تھی)۔

ہر انسان اپنے اپنے ظرف کے مطابق جب پُوری نشو ونما حاصل کر لیتا ہے تو پُوری لذّت اور سُرور جتنا وہ محسوس کرتا تھا (اور جس قدر ممکن الحصول تھا) اُتنا اُسے مل گیا اسی کے مطابق اُس نے محسوس کرنا تھا۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے (دُوسری بات جو مثبت رنگ کی ہے، یعنی) یہ کرو گے تو خدا تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ (پچھلے خطبہ میں مَیں نے کہا تھا کہ یہ نہ کرنا اللہ ناراض ہو جائے گا) یہ دو باتیں قرآنِ کریم کے مطابق ایسی بتا رہا ہوں کہ قرآنِ کریم نے کہا یہ کرو گے تو میرا پیار حاصل کر و گے۔ دُوسری بات یہ ہے کہ معرفت کے نتیجہ میں محبت اور محبّت کے نتیجہ میں خشیت پیدا ہوتی ہے یعنی خدا کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ اس کے متعلق مَیں نے پہلے خطبہ میں بتایا تھا۔ لیکن ایک جذبہ یہ ہے کہ جب مَیں اپنے پیدا کرنے والے ربّ سے محبت اور پیار کر رہا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ جو میرا محبوب ہے وہ مجھ سے پیار کرے اور مجھ سے محبّت کرے، اُس کی رضا مجھے حاصل ہو۔ یہ انسانی فطرت کے اندر ہے۔ قرآنِ کریم نے کہا اس کا سامان ہم نے کر دیا۔ اس محبّت کے پیدا ہونے کے بعد

محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اتباع

کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میری محبّت ہر ایک کو اُس کے ظرف کے مطابق مل جائے گی۔ اگر اتباع نہیں کرو گے اگر محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسوہ نہیں بناؤ گے تو میری محبّت نہیں ملے گی۔ اور مجموعی طور پر جب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ دو حصّوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ایک کو ہم مکّی زندگی کہتے ہیں اور ایک کو مدنی زندگی کہتے ہیں۔ ہمارا یہ زمانہ آپؐ کی اُس زندگی سے مشابہ ہے جو مکّی زندگی تھی۔ امتحان اور ابتلاء اور مصائب خدا کی خوشنودی اور محبّت کی خاطر برداشت کرنے کی زندگی تھی۔ یہ

نمونہ سامنے رکھ کر

اپنی زندگی گذارو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُس وقت اپنی تمام برکتیں بھیج کر اور محبّت کے سامان پیدا کر دیئے تھے اسی طرح تمہارے لئے بھی پیدا ہوں گے کیونکہ اسلام کے ذریعہ جس خدا سے ہمارا تعارف کرایا گیا ہے نہ اُس خدا کی طاقتیں کم ہوتی ہیں نہ معطّل ہوتی ہیں۔ نہ اُسے نیند آتی ہے نہ وہ اُونگھتا ہے، نہ وہ بوڑھا ہوتا ہے۔ وہ تو ازلی ابدی خدا اپنی طاقتوں کے انتہائی جلووں کے ساتھ جو خدا میں ہونے چاہئیں موجود ہے۔ جس رنگ میں وہ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں اپنے

فدائین اور جاں نثاروں کی مدد *

* کر سکتا تھا اسی طرح بغیر ایک ذرہ کمی کے وہ آج بھی (اگر آپ کا اخلاص ویسا ہو اور اس مقام تک پہنچ جائے جہاں ان کا پہنچا تھا) ویسی ہی مدد وہ آپ کی کر سکتا ہے۔ اور آپ وفا کے دامن کو نہ چھوڑیں وہ اپنی محبت کا دامن آپ کے اوپر سے کبھی نہیں اٹھائے گا۔ اور اس کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

جناب ایڈیٹر صاحب "الفرقان" لکھنؤ کے مضمون پر ایک نظر

از مکرم خواجہ عبدالحمید صاحب انصاری۔ حیدرآباد (دکن)

آج ہی ماہ نامہ "الفرقان" لکھنؤ کا اکتوبر ۱۹۷۴ء کا شمارہ نظر سے گزرا. اس میں صفحہ ۳۱ سے صفحہ آخر تک "قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟" کے عنوان سے ایڈیٹر محمد منظور صاحب نعمانی کا لکھا ایک مضمون پڑھا. تعجب ہوا کہ کیونکر علمی شخصیتیں بھی حقائق سے آنکھیں بند کرکے تعصب کے اندھیرے میں تکّے چلاتی اور یہی سمجھ جاتی ہیں کہ ہم نے دشمن کو خوب زک پہنچائی. آپ نے پاکستان اسمبلی کے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء والے رسوائے زمانہ فیصلہ پر بغلیں بجائی ہیں اور نہیں سمجھے کہ یہ فیصلہ کسی طرح بھی ہمارے خلاف کم اور خود ان کے اور ان جیسے نام نہاد مسلمانوں اور علماء کے خلاف زیادہ ہے. حکومت پاکستان نے دیگر اور مصالح کے علاوہ اس لئے بھی اپنے اس فیصلہ کو صیغۂ راز میں رکھا ہے کہ کہیں دیگر مسلمانوں میں شور نہ پڑ جائے کیونکہ اس فیصلے کے مطابق نہ صرف یہی سمجھا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی نبی کے خواہ وہ کوئی حیثیت (ظلی، بروزی، تمثیلی، امتی وغیرہ) رکھتا ہو آنے کی گنجائش نہیں رہی. بلکہ یہ بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس شخص نے بھی مامور اور مصلح ہونے کا دعویٰ کیا یا کرے گا، وہ جھوٹا اور دروغ باف ہے. ظاہر ہے کہ مسلمان 'امت محمدیہ' میں ان چودہ سو سالوں میں بے شمار شخصیتوں کو بحیثیت مصلح، مامور من اللہ مجدد اور مرشد و رہنما مانتے آئے ہیں اور بیشتر بزرگان امت نے خود اپنے آپ کو اس دعوے کے ساتھ پیش بھی کیا ہے. جس کی متعدد معیّن مثالیں بھی پیش کی جا سکتی ہیں. مگر بخوف طوالت ہم صرف اشارہ ہی کرتے ہیں.

اس کے پیش نظر غور طلب بات یہ ہے کہ پاکستان اسمبلی کے مذکورہ فیصلہ کی روشنی میں، جس پر ایڈیٹر صاحب "الفرقان" لکھنؤ اپنی مسرت کا اظہار کر رہے ہیں اور اسمبلی پاکستان کو مبارکباد پیش کر رہے ہیں، یہ تمام بزرگ اور مسلّمہ ائمہ کرام خارج از اسلام اور قابل گردن زدنی قرار پاتے ہیں. مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان علماء ظواہر کو اپنی شہرت اور روٹی عزیز ہے. اور ظاہر ہے کہ جس شخص کے خیالات میں خود پسندی اور خود غرضی کی ملونی ہو وہ اپنے مسلّمہ تمام بزرگوں اور ان بزرگوں کی عزتوں کی قربانی دینے میں کوئی عار نہیں سمجھتا. ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

کے مصداق علماء جو کچھ نہ کر گزریں وہی کم ہے اور حقیقت یہی ہے کہ زمانہ اسی کا متقاضی ہے. انبیاء کی بعثت ہوتی ہی اس وقت ہے جب دنیا

فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ

(مدت گزر جانے پر ان کے دل سخت ہو گئے) کا نمونہ بن جاتی ہے. پس ہمارے نزدیک مدیر موصوف نے جس تلبیسی عبارت آرائی کا مظاہرہ کرکے لوگوں کو احمدیت کے بارے میں گمراہ کرنے کی سعی نامحمود فرمائی ہے وہ چنداں حیرت انگیز نہیں بلکہ توقع کے عین مطابق ہے

احمدیہ عقائد

صفحہ ۲۳ اور ۲۴ پر زیر عنوان "تیسرا نکتہ" آپ نے احمدیہ عقائد کے بارے میں مختلف امثال سے جس دھوکہ دہی کی سعی فرمائی ہے وہ آپ جیسے بزرگ سے چنداں غیر متوقع نہیں تھا.

عام مسلمان سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟ کیا پاکستان کے وہ جاہل عوام جنہوں نے لوٹ کھسوٹ اور بے راہ روی کا نام اسلام رکھ چھوڑا ہے. یا وہ علماء ہند و پاک جن کے نزدیک اپنی مطلب براری کے لئے دوسروں کا خون مباح اور مالِ دگر حلال ہے؟

مولانا موصوف نے اپنے مضمون میں بڑی تگ و دو فرمائی ہے کہ کسی طرح مسئلہ ختم نبوت دین اسلام کی بنیاد اور اساس قرار پا جائے تاکہ اس کے پیش نظر احمدیوں پر غیر مسلم ہونے کا الزام اطلاق پا جائے. حالانکہ نہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ ہی اللہ العالمین نے اس مسئلہ کو بنیاد اسلام کے طور پر پیش فرمایا اور نہ ہی خلفاء راشدین اور طبقہ خواص نے اسے وہ اہمیت دی جو مولانا موصوف اور ان کے قدیم و اوّلین ہادی و پیشوا اور مقتدائے اعلیٰ مودودی صاحب دیا پسند کرتے ہیں. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے قلبی اعتقاد اور عملی مظاہرے کے لئے بے شمار ہدایتیں اور احکام دیئے جن کی اتباع اور جن پر عمل نہ کرنے سے آج کے مسلمان بالکل محروم ہیں اپنے قدیم رفیق و رہنما مودودی صاحب ہی کے حوالے کو غور سے پڑھیئے فرماتے ہیں

"یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے، اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں .... باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم بار ششم صفحہ ۱۰۵)

آپ مسلمانوں میں عمل کے اس فقدان کو دور کرنے کے لئے تو کوشاں نہیں ہوتے، ہاں اس طبقہ زندقہ اور ملحدین میں مزید اضافہ کرکے خوش ہونے کو ہی زندگی کی معراج سمجھتے ہیں. اور اس کے لئے عملی اور حقیقی مسلمانوں کے ایک گروہ کو کھینچ کر ان کے ساتھ کھڑا کر دینا چاہتے ہیں. ؎

خیر ممکن نہیں تو شر ہی سہی

آج صدیوں بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حمیّت اور غیرت کو جن دلوں میں پیدا کیا آپ ان دلوں کو چیر پھینکنا چاہتے ہیں. آج جو قلوب نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی بے کسی اور بے بسی پر تڑپ اٹھے ہیں. آپ انہیں خاموش کر دینے پر تلے ہوئے ہیں. جو آنکھیں اسلام اور پیغمبر اسلام کو دنیا میں رفعت دیکھنے کی متمنی ہیں، آپ ان کو بصارت سے محروم کر دینے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں. آپ مسلمانوں کے لاکھوں اور کروڑوں سمجھداروں کو ناواقف، بے وقعت اور عوام ہونے کا طعنہ دے کر اور اپنی مزعومہ متکبرانہ علمیت کو تحقیر اور استہزا سے آلودہ کر کے اس پر اسلام کا لیبل چڑھاتے نہیں تھکتے لیکن مثبت رنگ میں وہ [illegible] دکھانے سے ہمیشہ گریزاں اور دامن بچائے رکھنا چاہتے ہیں جو لغوں [illegible] کے ایک کاوز جماعت [illegible] صرف کر دیا! الحمد للہ دنیا سے اس کا اعتراف بھی کروا لیا.

صفحہ ۳۵ پر سطر ۲۰ تا ۲۲ آپ نے ختم نبوت کو ضروریات دین میں شامل کرکے اس کی تاویل کو انکار اور ابطال قرار دیا ہے. جو محض آپ کا مفروضہ بلکہ شریعت میں ایزاد اور ترمیم ہے. کہ اللہ تعالیٰ کو جس عقیدے کے اسلام کی بنیاد اور اساس کے طور پر پیش کرنے کا (نعوذ باللہ) خیال نہ رہا تھا آپ نے اسے یاد دلا دیا.

صفحہ ۳۹ پر مدیر محترم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض عربی الہامات درج کرکے ان کی عربی دانی کا مذاق ان الفاظ میں اڑایا ہے کہ وہ بھی تک بندیاں ہیں. اللہ تعالیٰ رحم فرمائے دانا پر. یہ بھی قرآن کریم کا ایک اعجاز ہے کہ اس نے فرمایا تھا کہ مخالفین نبوت ہمیشہ یہی الزام انبیاء وقت کو دیتے رہے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے:

"بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ"

(سورۃ انبیاء رکوع ۱)

یعنی انھوں (مخالفین) نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ کلام تو پریشان خوابیں ہیں بلکہ اس نے دیدہ دانستہ یہ باتیں اپنے پاس سے بنا لی ہیں. بلکہ وہ ایک شاعرانہ مزاج رکھنے والا آدمی ہے.

نہ صرف یہ بلکہ آپ کی طرح امت عیسویہ اور مخالفین اسلام خود قرآن کریم کی غلطیاں نکالتے رہے ہیں. مگر کیا ایسا کرنے سے مخالفین کی بات ثابت ہو گئی کہ آپ کی بات ثابت ہو جائے گی؟

غیر متعلق باتیں

اسی سلسلہ کے اور بہت سے نکات پر مولانا نے مضمون پر صفحے سیاہ کئے ہیں جن کے بارہا جماعت کی طرف سے جوابات دیئے جا چکے ہیں. اس لئے ان کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں.

ختم نبوت

صفحہ ۴۶ پر "ختم نبوت کے عقیدے کا ایک خاص پہلو" کے عنوان سے آپ نے بالکل ہی ایک نیا اصول دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے کہ چونکہ انبیاء کی آمد پر ہمیشہ جھگڑے پیدا ہوتے اور اکثریت انکار کی طرف مائل ہوتی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے غضب سے امت محمدیہ کو بچانے کے لئے آئندہ نبوت کا سلسلہ ہی ختم کر دیا کہ گویا نہ رہے بانس نہ بجے بانسری.

آپ کی یہ منطق خوب بلکہ خوب تر ہے۔ اب تک تو یہی سُنا تھا کہ چھوٹی چیز بڑی چیز پر قربان کی جاتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ قدرت کے اس نظام کا آپ نے مذاق اُڑایا ہے۔ گویا محض اُمّتِ محمدیہ کو عذاب سے بچانے کے لئے (عذاب ایک منفی پہلو ہے) ایک بڑی رحمت اور انعامِ الٰہی یعنی نبوت کو (جو ایک مثبت علامت ہے) اب ختم کر دیا گیا۔ آپ یہ تو مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت آخری زمانہ میں بالکل یہودیوں سے مشابہ ہو جائے گی یہاں تک اس تشبیہ کی مثال دی کہ فرمایا اگر کسی نے یہودیوں میں سے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو (نعوذ باللہ) اس اُمّت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے۔ جو ایسا فعلِ بد انجام دیں گے۔ یہاں تک فرمایا کہ جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی سے بالکل مشابہ ہوتی ہے۔ اسی طرح موسیٰ کی اور میری اُمّت کا حال ہوگا۔ اسلام اور قرآن کے بارے میں فرمایا:-

لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ
ولا یبقیٰ من القرآن الا رسمہ
(مشکوٰۃ کتاب العلم صفحہ ۳۸)

کہ اُس زمانہ میں اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف الفاظ رہ جائیں گے

علماءھم شر من تحت ادیم السماء (ایضاً) کہ علماء جن پر سارے اسلام کا دار و مدار اور اخلاق و اعمال کا انحصار ہوتا ہے، وہ بھی آسمان کے نیچے بد ترین مخلوق بن جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ اسلام گرتے گرتے بہت ہی خطرناک حد تک حالتِ تنزل کو جا پہنچے گا اور دشمن اتنا طاقتور ہو جائے گا کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آج تک کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اس فتنہ سے لوگوں کو ڈرایا نہ ہو۔
(مسند احمد بن حنبل جلد اوّل صفحہ ۱۹۵ مصری)

پھر فرمایا کہ ایمان اس وقت اس قدر متزلزل ہو جائے گا کہ

یصبح الرجل مومناً و یمسی
کافراً و یمسی مومناً و
یصبح کافراً (مشکوٰۃ باب الفتن)

انسان صبح اُٹھے گا تو مومن ہوگا اور شام کو سوئے گا تو کافر ہو چکا ہوگا۔ شام کو مومن سوئے گا تو صبح کافر اُٹھے گا۔

ان سب باتوں پر آپ ایمان رکھتے ہیں کہ یقیناً اسلام ایک خطرناک فتنہ سے دوچار ہوگا لیکن یہ یقین نہیں رکھتے کہ اسلام کی حالت کو پھر روبہ ترقی کرنے کے لئے کوئی آئے گا بھی۔ دوسرا یہ لوگ یہودیوں سے مشابہ ہو جائیں گے اس اُمّت کے۔ اور مصلح اُن کی اصلاح کے لئے آئے گا باہر سے۔ علماء کی حالت تو آپ نے دیکھ لی کہ وہ آسمان کے نیچے بد ترین مخلوق ہوں گے۔ اب ایسے وقت میں اگر اللہ کا کوئی مامور نہ آئے تو کس طرح یہ کشتی بھنور سے نکلے۔ اسی لئے تو حالی کو مسدس میں اللہ سے درخواست کرنی پڑی یہاں تک کہ مودودی جیسے دشمنِ احمدیت کو کہنا پڑا کہ:-

"اکثر لوگ اقامتِ دین کی تحریک کے لئے کسی ایسے مردِ کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو اُن میں سے ایک ایک شخص کے تصورِ کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں۔ اگرچہ زبان سے ختمِ نبوّت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے دے تو اس کی زبان گُدّی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں"

(ترجمان القرآن بابت دسمبر و جنوری ۱۹۴۲ و ۱۹۴۳ء صفحہ ۲۰۶)

آپ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ سب تو درست لیکن بہر حال اللہ کوئی نبی نہیں بھیجے گا۔ اور یہ سب کام ہم علماء انجام دے لیں گے۔ آپ بتلائیے کہ دنیا میں کوئی دو عالم بھی مسلمانوں کے ایسے ہیں جن کا بنیادی اور اہم چند مسئلوں پر کوئی اختلاف نہیں ہے؟ اور پھر گزشتہ ایک صدی سے ان علمائے کرام نے کون سی ایسی جماعت تیار کر کے دکھا دی جو احمدیوں کے مقابلے میں (اپنے جذبۂ فدائیت اور قربانی کے ساتھ) رکھی جا سکتی ہے؟ آخر لا یبقیٰ من الاسلام اور لا یبقیٰ من القرآن کی طرح علماء تو دنیا سے معدوم نہیں ہو گئے تھے۔

پھر غور فرمائیے! اللہ تعالیٰ نے ہر بڑے سے بڑے نقصان پر

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

پڑھنے کا حکم مسلمانوں کو کیوں دیا؟ اس لئے کہ مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ ظاہرا نقصان بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تہی نہیں ہوتا اور ہر ابتلاء بھی اپنے اندر ایک جوہرِ رحمت لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ
(الانعام آیت ۱۳)

اُس نے (اللہ نے) اپنے اوپر رحمت فرض کر چھوڑی ہے۔ پھر فرمایا کہ

رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

کہ میری رحمت ہر شئے پر وسیع (غالب) ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس کا رحم اس کے غضب پر بھی غالب ہو۔ پھر کیوں کر سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ محمدیہ کو محض عذاب کا مستحق نہ بننے دینے کے لئے آئندہ سلسلہ نبوّت ہی کا خاتمہ کر دیا۔ نبوت تو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام اور رحمتِ خداوندی و فضلِ ایزدی کا سب سے بڑا مظاہرہ ہے۔ اور جب اُس کا غضب بھی بہر حال اپنے اندر رحمت کا پہلو لئے ہوتا ہے تو کیوں کر سمجھ لیا جائے کہ اس بظاہر غضب سے (جو در پردہ رحم و کرم ہی سے معمور ہوتا ہے) بچانے کے لئے ایک بڑی رحمت یعنی نبوّت کے عطا سے اُمّت کو محروم کر دیا جائے۔ ایک غضب اور ایک ابتلاء سے نجات، فضل کے عطا اور فزونیٔ رحمت سے معنون ہے یا محرومی سے؟ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَاَخَذْنٰھُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ (الانعام آیت ۴۳)

اور ہم تجھ سے پہلی قوموں کی طرف (رسول) بھیج چکے ہیں۔ اور (اُن رسولوں کے آنے کے بعد) ہم نے انھیں (یعنی منکرین کو) اس لئے مالی اور جسمانی تکلیفوں میں گرفتار کیا تھا کہ وہ عجز اختیار کریں۔

اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا عذاب نصیحت دینے کے لئے آتا ہے۔

آیت خاتم النبیین سے صریحاً اور صرف وہ مفہوم تو نہیں نکلتا جو آپ لینا چاہتے ہیں لیکن اگر سر دست اس آیت کو یہ معنی سمجھ کر اس کا ایک یہ مفہوم بھی لے لیا جائے تو دیگر بیشتر آیاتِ قرآنی سے اُس مفہوم کی تردید کے بعد بھی آپ اُسی امکانی اور اپنے مزعومہ مفہوم ہی پر حصر کرنا اور مُصر ہونا پسند فرماتے ہیں۔ آخر اُمّتِ مُسلمہ کے بیشتر اُن علماء اور بزرگان کے بیان فرمودہ اُس مفہوم کو جو احمدیوں کے مؤقف کی تائید کرتا ہے اور جس کی تفصیل ہمارے لڑیچر میں بارہا دُہرائی گئی ہے، آپ کیونکر بیک جنبشِ قلم مسترد کر دینا چاہتے ہیں اور بایں وجہ احمدیوں پر کفر کا فتویٰ جائز اور ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم عرض کریں گے کہ اس لحاظ سے تو آپ کے فتویٰ کفر کے زیادہ اوّلین مستحق وہ بزرگ اور ائمہ دین ہیں جنہوں نے احمدیوں سے بہت پہلے آیت خاتم النبیین کے وہی معنی بیان کئے ہیں جو آج احمدی بیان کرتے ہیں۔

کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ وعید نہیں پڑھی کہ:-

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ (الانعام ع ۲)

تو انہیں کہہ دے (ذرا) زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا کرتا ہے۔

اس میں آپ ہی طرح کے انسانوں کا حال بیان ہوا ہے۔ جو بیک جنبشِ زبان و قلم صرف جھٹلانا اور انکار کرنا ہی جانتے ہیں۔ فرض کر لیجئے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے اور آپ نے دھوکہ میں اُن کو مان لیا ہے تو شریعت میں آپ کے لئے کوئی سزا نہیں ہے۔ بلکہ

ظنّ المومنون خیراً

کے مطابق آپ کو نیکی مل گئی۔ اور آپ نعمتِ ایمان سے محروم نہ رہے۔ وقت ایک نبی کا محتاج ہے۔ وہ تمام علامتیں جو مہدی اور مسیح کے لئے مقرر تھیں پوری ہو گئیں۔ پھر مسیحیت کا دعویدار بھی صرف ایک ہی ہے اور قرآنی معیار بھی اُس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غالبانہ نصرتیں اُس کے ساتھ ہیں۔ اب دیکھیئے قرآن مجید نے ایک طرف تو نبی کے انکاری کو منکر اور کافر کہا ہے اور دوسری طرف مان لینے والے کو مومن اور مُسلم کا خطاب دیا ہے۔ دونوں کے درمیان کوئی راہ نہیں رکھی۔ اب یہ آپ کا اپنا انتخاب ہے کہ آپ انکار کر کے منکر اور نہ ماننے والے کہلائیں یا مان کر مومن اور مُسلم کا نام پائیں۔ یا پھر آپ ہی فرمائیں کہ کسی کی سچائی کا فیصلہ اور کس طرح کیا جائے؟

مُسیلمہ کذّاب کی بغاوت

صفحہ ۷ ہ کی آخری دو سطروں میں آپ نے مسیلمہ کذاب کا ذکر کیا ہے کہ اُس کے جھوٹے دعویٔ نبوّت کی بناء پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سے جنگ کی۔ حیرت ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے تعصب کے نشہ میں تاریخ کو بھی جھٹلانا چاہا ہے۔ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۶۵ کا مفصّل حوالہ دیکھئے۔

اس حوالے میں کہیں بھی جھوٹے دعویٔ نبوت کا ذکر ہے؟ ظاہر ہے کہ جن لوگوں سے لڑائی کی گئی وہ حکومتِ وقت کے باغی تھے اور انہوں نے ٹیکس دینے سے انکار کر دیا تھا بلکہ آگے بڑھ کر مدینہ پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس کے علاوہ تاریخ طبری اور تاریخ الخمیس کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

"مسیلمہ نے تو خود آنحضرت صلعم کو لکھا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آدھا ملک عرب کا ہمارے لئے ہے اور آدھا قریش کیلئے"

(طبری جلد ۲ صفحہ ۱۷۴۹)

"اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُس (مسیلمہ) نے حجر اور یمامہ میں سے اُن کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن آثال کو نکال دیا اور خود اُس علاقہ کا والی بن گیا۔"

(تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

"اور اُس نے (مسیلمہ نے) مسلمانوں پر حملہ کر دیا اسی طرح مدینہ کے دو صحابہ حبیبؓ بن زید اور عبداللہ بن وہب کو قید کر لیا۔ اور اُن سے زور کے ساتھ اپنی نبوت منوانی چاہی۔ عبداللہ بن وہب نے تو ڈر کر اس کی بات مان لی مگر حبیبؓ بن زید نے انکار کر دیا۔ اس پر مسیلمہ نے اُس کا عضو عضو کاٹ کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔"

(تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

ہم حرفِ آخر کے طور پر بتا دینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (انعام آیت ۲۱)

کہ اُن کا یہ حال ہے کہ وہ لوگ اس رسول کو (اس کے پیش کردہ کلام کو جس کو وہ کلام اللہ کہتا ہے) اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو۔

غور فرمایئے! شرفاء کا یہ طریق ہے کہ وہ اپنی اولاد کو محض اپنی بیویوں کے پچھلے چال چلن، رفاقت، عفت اور پاکیزگی کے پیشِ نظر تسلیم کر لیتے ہیں اور کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہیں آتا کہ اس کی تحقیق کی جائے۔ بالکل اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا حال ہے کہ وہ اپنے پیارے اور محبوب نبی کی پچھلی زندگی اور اُس پر قائم حسنِ ظن کے نتیجہ میں قبول اور یقین کر لیتے ہیں کہ اُس کا پیش کردہ کلام یعنی قرآن اللہ ہی کا کلام ہے۔ یہی حال تمام ماموران من اللہ اور اُن کے ماننے والوں کا بھی رہا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ آپ کے سامنے ہے اُس کے نتائج اور ثمرات آپ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ درخت تو اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اسلام کی خدمت کے لئے جس کردار، لگن، جذبۂ عمل اور سرشاری اور سرفروشی کی ضرورت تھی وہ حضرت نے اپنی جماعت میں پیدا کر کے دکھا دیا۔ ہم صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں کہ کاش ایسا ہوتا کہ ایک طرف [illegible] حقائق پر غور کرتے اور دوسری طرف علامۃ المسلمین کی بے عملی اور علماء کی ذہنیت اسلام سے تہی دامنی کا مقابلہ کریں اور سنجیدگی سے صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کریں

منقولات

دانشوروں کے خیالات

(۱)

حضرت محمدؐ - مسلمان - اور پاکستانی احمدی

عنوانِ بالا سے ہفت روزہ دو ہراہل دینانگر مجریہ ۸ رنومبر ۷۲ء میں جناب بی آر شرما چیف ایڈیٹر رقمطراز ہیں :—

مسلمانوں اور احمدیوں میں نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ سنت اور حج سب مشترک ہیں۔ تضاد صرف یہ ہے کہ عام مسلمان حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء (تمام نبیوں کی نبوت ختم کرنے والا۔ یعنی آخری نبی) مانتے ہیں۔ جب کہ احمدی کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی ہوئے ہیں (اس فرقہ کے بانی مبانی کا اسم شریف ہے غلام احمد۔ جس کے لفظی معنی ہیں جناب رسالت مآب رسول صلعم کا غلام۔ اس خیال سے بھی مسلمانوں کو ان سے پیار کرنا چاہیئے۔)

اتنی سی بات پر پاکستان میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دے کر اُن کے بڑے بڑے منصب پر فائز آدمیوں کو نوکریوں سے نکال دیا ہے۔ احمدیوں کے لئے پاکستان میں عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔ کئی جگہ اُن کے گھروں کو ساڑا پھونکا گیا ہے۔ اُن کو مرتد، ملحد اور ملعون قرار دے کر ملعون کیا گیا ہے۔ اُن کی بہو بیٹیوں کو رُسوا اور خوار کیا گیا ہے۔ اُن کے کم سن بچوں کو نیزوں پر چڑھایا گیا ہے۔

چونکہ مرزائی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور کہلواتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اُن کو اپنا بھائی سمجھیں۔ اُن کے ساتھ دُوئی والا برتاؤ نہ کریں۔ بطور اقلیت بھی اُن کو مساوی حقوق ملنے چاہئیں۔ جب حضرت محمدؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مدینہ والوں نے ان کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ اور بے تاج بادشاہ کا لقب دیا۔ وہاں یہودی اقلیت بھی رہتی۔ حضرت محمدؐ نے یہودیوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ اُن کو مساوی حقوق دیئے اور مکمل آزادی دی۔ مگر پاکستان کے مسلمان حضرت محمدؐ کے نام لیوا تو کہلاتے ہیں۔ مگر وہ ایسا سلوک مرزائی اقلیت سے نہیں کرتے۔

حضرت محمدؐ صاحب نے اپنے دشمنوں تک کے ساتھ رحمت و شفقت کے بے شمار سلوک کئے ہیں۔ اسی لئے اُن کو رحمۃ للعالمین (دنیا والوں کے لئے رحمت) کہا جاتا ہے۔ تو رحمۃ للعالمین کے پیروکار احمدی مسلمانوں کے لئے زحمت ثابت کیوں ہو رہے ہیں۔

احادیث (اقوال رسول یا حضرت محمدؐ صاحب کی تعلیم) ہر مسلمان کی راہنمائی کے لئے ہیں۔ جس متنازعہ امر کا فیصلہ مسلمان آپس میں نہ کر سکیں۔ وہ کسی نہ کسی حدیث کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے۔ ہم پیغمبر اسلام، سرور کائنات انسان کامل حضرت محمدؐ صاحب کی چند احادیث کا ترجمہ پاکستانی مسلمانوں کی چشمِ بصیرت (اگر اُس میں بینائی ہے تو) کو حقیقت شناسائی کی خاطر کھولنے کے لئے نیچے درج کرتے ہیں۔ جن سے عیاں ہے کہ وہ جو سلوک پاکستانی احمدی مسلمانوں سے رُوا رکھ رہے ہیں یا کر رہے ہیں، وہ حضورؐ کی تعلیم کے بالکل برعکس اور منافی ہے۔

(۱)۔ بہترین مشغلہ انسانوں کی خدمت کرنا ہے۔

(۲) ایمان تحمل (قوت برداشت سے کام لینے) اور فراخدلی کا نام ہے۔

(۳)۔ مومن (ایمان والا) وہ ہے جس سے لوگوں کو اپنی جان و مال کا خطرہ نہ ہو۔

(۴)۔ وہ شخص مومن نہیں۔ جس کی بدی سے اُس کا پڑوسی امن میں نہ ہو۔

(۵)۔ روزہ۔ نماز اور خیرات سے بھی افضل کام بگاڑ میں ہے اور لوگوں کے باہمی تعلقات میں فساد ڈالنا ساری نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ (کیا میاں بھٹو کی سرکار اس راز کو سمجھے گی۔—بدر)

نوٹ :— حضرت محمدؐ صاحب نے اپنے آخری وعظ میں جو انہوں نے حج کے اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ یوں کہا تھا۔—
"تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دیکھو! کوئی ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے۔"

کیا احمدی افسران کو بڑے بڑے ذمہ دار عہدوں سے نکال باہر پھینکنا اُن کی حق تلفی نہیں۔؟ اس سلسلہ میں کسی کے دو شعر پاکستانی مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے درج ہیں۔ ؎

کیا کرے گا پیار وہ بھگوان سے
کیا کرے گا پیار وہ ایمان سے
جنم لے کر گود میں انسان کی
پیار کر نہ پایا جو انسان سے۔

(۲)

افریقہ میں اسلام مستقبل کے لئے ایک فیصلہ کن طاقت

انگریزی روزنامہ سٹیٹسمین کلکتہ ۲۸ ستمبر ۷۲ء میں مسٹر رسن وارنلہو عنوانِ بالا کے تحت ایک مفصل مضمون میں یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ :-

اسلام کو جو مشکلات کا سامنا ہے وہ عورتوں کے متعلق ہے۔ عیسائی سوسائٹیوں کی نسبت مسلمانوں اور یہود نے زیادہ سختی سے عورتوں کی آزادی پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ جس کے نتیجہ میں سیاہ فام افریقہ میں غالباً تمام پریکٹس کرنے والے عیسائیوں میں سے نوے فیصدی مستورات ہیں۔ غیر مسلم افریقی سوسائٹیوں کی عورتیں اسلام کے متعلق شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ لیکن چونکہ بہت سی سیاہ فام افریقی سوسائٹیوں کی تشکیل ایسی ہے کہ اکثر طور پر عورتیں مردوں سے زیادہ متموّل ہو جاتی ہیں، اس لئے غالباً اس تصادم کا نتیجہ ویسا ہی ہوگا جو مغربی نائیجیریا میں ہوا۔ کہ وہ مسلم فرقے جو عورتوں کی آزادی کے حامی ہیں، دیگر مسلم فرقوں کی نسبت زیادہ ترقی پذیر ہوئے ہیں۔ بالخصوص احمدیہ فرقہ، مغربی نائیجیریا کے اکثر روشن دماغ لوگوں کو جو یورو باقوم کے ہیں، اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور وہ مسلمان ہو رہے ہیں۔

(۳)

پاکستان میں احمدیوں پر ظلم و ستم

"انڈین سیکولر سوسائٹی" کے نام کی ایک غیر سیاسی تنظیم جس کا صدر مقام بمبئی ہے۔ ہندوستانی سماج میں سیکولر انسانی قدار اور اس کی ترویج کی پابند ہے اور ہر قسم کی جہالت دُور کرنا اس کا مطمح نظر ہے۔ اس سوسائٹی کو یقین ہے کہ بھارتی سیکولر حکومت جمہوری مملکت [illegible]

کو مجلسی انفرادی حریت اور سماجی انصاف عطا کیا ہے۔ اسے مذہبی جہالت کی راہ سے عظیم خطرہ درپیش ہے۔

اس سوسائٹی کی طرف سے "دی سیکولرسٹ" نام سے ایک جرنل شائع ہوتا ہے۔ جس کے دو ایڈیٹروں میں سے مسٹر وی۔ کے۔ سنہا کی طرف سے اس کے جولائی۔ اگست کے شمارہ میں بعنوان بالا ذیل کا مضمون شائع ہوا ہے:—

پاکستان کی ساڑھے چھ کروڑ سے زائد مسلم آبادی میں احمدی آبادی زیادہ سے زیادہ صرف چالیس لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ دوسروں سے اختلاف رکھنے والا یہ مسلم فرقہ گذشتہ نوّے سال سے دیگر خالص مسلمانوں خصوصاً سنیوں کی طرف سے کبھی گاہے ماہے اور کبھی بشدت رُونما ہونے والے مظالم کا تختۂ مشق بنتا چلا آرہا ہے احمدیوں پر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ختم نبوت کے انکار کے غیر اسلامی اور ملحدانہ جُرم کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضرت محمد (صلعم) آخری نبی تھے۔ بہرحال دیگر ہر لحاظ سے کم از کم وہ جنون کی حد تک اسلام کے پیروکار ہیں انہوں نے حضرت محمد (صلعم) کے بعد کسی اور فرد کی طرف نبوت منسوب نہیں کی۔ احمدیوں کے موجودہ قائد احمدیہ جماعت کے خلیفہ متصوّر ہوتے ہیں۔ تحریک احمدیت کے بانی (حضرت) مرزا غلام احمد صاحبؑ مجدّد' نہ کہ نبی سمجھے جاتے ہیں۔[1]

تاہم یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ پاکستان میں احمدیوں کے خلاف حال ہی میں جو دہشت کی لہر چلی ہے 'لازماً' وقوع پذیر ہوتی۔ ایک مملکت جس کی بنیاد مذہب پر استوار ہوتی ہو، تو مذہبی جنون اسکے نزدیک لائق انعام قرار پاتا ہے۔ اصلی مذہب جس سے مُراد اکثریت کا مذہب ہوگا،' اس سے ہر قسم کے انحراف کو بھی) وہ برداشت نہ کرے گی ہمیشہ سے احمدی دلیر اور فہم جُو قسم کے لوگ ہیں اور پاکستان کے اقتصادی ڈھانچہ میں ان کو اہم مقام حاصل ہے۔ غیر اغلب نہیں کہ اس سے نفرت کے باعث ان پر حملہ کرنے کی شہ ملتی ہو۔ لیکن بلاشبہ اس نفرت کا ارتکاب بدترین قسم کے مذہبی جنون کی آڑ میں ہوا ہے۔ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک جسے اکثر اپوزیشن گروپوں کی حمایت حاصل تھی' اس کی مخالفت حزب اقتدار کی طرف سے نہیں کی گئی، اس سے احمدیوں کی ترقی کے تمام راستے مسدود کرنا مقصود ہے۔

آزاد کشمیر اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کی مجالس قانون ساز پہلے ہی احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے چکی ہیں۔ توقع ہے کہ عنقریب قومی اسمبلی ان کی تقلید کرے گی۔ بوربنوں کی طرح پاکستانی رہنماؤں نے تاریخ سے کوئی سبق نہیں لیا۔ بنگلہ دیش کے معرض وجود میں آنے ہی سے کم از کم وہ سیکھ لیتے کہ تنگ 'متعصبانہ بنیاد پر قائم شدہ' عوام سے متعلق پالیسیوں کا رجحان لابدی اس طرف ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرتکبین پر لوٹ کے آتی ہیں۔

(اس کے بعد جرنل سیکولرسٹیٹ میں اُن نقصانات کا ذکر کیا گیا ہے جو پاکستان میں احمدیوں کی مالی اور جانی تباہ کاریوں سے متعلق ہیں۔)

احمدیہ مسئلہ کے بارے میں ہندوستان کے متعدد مسلم ترجمانوں کی طرف سے ظاہر کردہ فصیحانہ سکوت پُرمعنی ہے۔ حضرت بَل (کشمیر) اور تین ہزار میل کی دُوری پر واقع (مسجد) الاقصیٰ کے بارے میں جس مضطربانہ فکرمندی کا اظہار ان لوگوں نے ماضی میں کیا تھا' پاکستان میں اپنے رفیق مسلمانوں پر ہو رہے ظلم وستم' کا سامنا ہونے پر بے حد لاغر پڑ گئے' ہیں (گویا ان کی زبانیں گنگ ہوگئی ہیں) ہمیں حیرانی ہے کہ کیا یہ لوگ پاکستان کے شہری ہیں (یا کیا ہم انہیں پاکستان کی رعایا کہیں ؟) یا وہ انسانی اخوت کے اسلامی اصول کے صحیح علمبردار رہیں۔ ؟

---

[1] قرآن مجید کے مطابق حضرت مرزا صاحب نے اپنے تئیں مجدّد (ریفارمر) اور نبیٔ غیر شرعی بہ شاگردی اور ماتحتی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا تھا اور یہ کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں ان معنوں میں کہ شرعی نبی اور کوئی نہ آئے گا۔ جو شریعِ اسلام کا ناسخ ہوگا۔ اور خاتم النبیین ہیں' اس معنی میں کہ افضل الرسل ہیں اور آپ کی پیروی سے گویا آپ کی مُہر لگ کر آپ کے تابع مسلمان غیر شرعی نبی بن سکتے ہیں
(مترجم)

تراجم از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے قادیان

امرتسر اور قادیان کے درمیان ریلوے ٹرین کے اوقات

جلسہ سالانہ پر آنے والے احباب کی سہولت کے لئے امرتسر سے قادیان تک چلنے والی ریل گاڑیوں کے اوقات درج ذیل کئے جاتے ہیں:—

نمبر شمار		روانگی از امرتسر	قادیان آمد	نمبر شمار		روانگی از قادیان	رسیدگی امرتسر
1	صبح پہلی گاڑی	5-30	7-30	1	پہلی گاڑی	8-10	10-00
2	دوپہر دوسری گاڑی	15-00	17-20	2	دوسری گاڑی	20-20	22-30

نوٹ: ۱۔ امرتسر سے سیدھی قادیان کے لئے صرف دو گاڑیاں چلتی ہیں۔ اسی طرح قادیان سے امرتسر تک بھی صرف دو گاڑیاں چلتی ہیں جن کے اوقات اوپر درج ہیں۔

۲۔ شام کو ایک گاڑی امرتسر سے 17-45 پر چلتی ہے جو 18-45 پر بٹالہ پہنچتی ہے۔ بٹالہ سے قادیان کے لئے گاڑی مل جاتی ہے۔ یہ گاڑی 19-15 پر بٹالہ سے چل کر 19.50 پر قادیان پہنچ جاتی ہے۔

۳۔ امرتسر سے بٹالہ تک ہر پانچ منٹ بعد بس چلتی ہے۔ اور بٹالہ سے قادیان تک 25 بسیں چلتی ہیں۔ چونکہ جلسہ پر آنے والے احباب کے ہمراہ سامان اور بستر وغیرہ ہوتے ہیں۔ اس لئے بسوں پر سفر کرنا اس لحاظ سے تکلیف دہ ہے۔ بٹالہ میں بس تبدیل کرنا پڑتی ہے۔

افسر جلسہ سالانہ

قادیان میں ایک شادی و رخصتانہ کی تقریب

قادیان ۱۷ نومبر۔ آج بعد نماز ظہر مکرم مولوی جاوید اقبال صاحب اختر نائب ایڈیٹر بدر و مدرس مدرسہ احمدیہ کی شادی کی تقریب عمل میں آئی۔ موصوف کا نکاح عزیزہ فرحت سلطانہ صاحبہ بنت مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب گھنٹیالیاں درویش کے ساتھ ۲۹ دسمبر ۷۲ء کو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے پڑھا تھا۔

حسب اعلان نماز ظہر کے بعد حضرت امیر صاحب مقامی الحاج مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل نے مسجد مبارک میں اجتماعی دُعا کی۔ اور اسی مبارک جگہ سے بیشتر دوست برات کی صورت میں مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب گھنٹیالیاں درویش کے مکان پر گئے۔ برات میں مکرم چوہدری منظور احمد صاحب چیمہ (والد محترم مکرم مولوی جاوید اقبال) کے واقف کار غیر مسلم دوست بھی شامل ہوئے۔

لڑکی والوں کے ہاں پہلے تلاوت قرآن کریم ہوئی جو مدرسہ احمدیہ کے طالب علم عزیز محمد یوسف انور نے کی بعدہٗ مکرم مولوی شبیر احمد صاحب ناصر مدرس مدرسہ احمدیہ نے درثمین سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دُعائیہ اشعار ترنم سے سُنائے۔ بعدہٗ حضرت امیر صاحب محترم نے اجتماعی دُعا فرمائی۔ اس موقعہ پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور دیگر ناظر صاحبان بھی شریک ہوئے۔

قبل از نماز مغرب رخصتانہ عمل میں آیا۔ اس تقریب میں محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ مرزا وسیم احمد صاحب نے شرکت فرمائی۔

ادارہ "بدر" اس پُرمسرت تقریب پر مکرم چوہدری منظور احمد صاحب چیمہ درویش اور مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب گھنٹیالیاں کو مبارکباد کہتے ہوئے دُعا کی تحریک کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے ہر طرح بابرکت کرے اور ہر طرح مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین۔

درخواست دُعا:— محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی آف کلکتہ کے متعلق اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آپ دنوں تشویشناک طور پر علیل ہیں۔ احباب کرام موصوف کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ دُعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور انہیں صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔ (ایڈیٹر بدر)

مولانا فارقلیط صاحب کا مضمون — بقیہ اداریہ صفحہ (۲)

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (آیت ۱۶) اور سورۃ النور کی آیتِ استخلاف لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (آیت ۵۶) میں اسی رنگ کی مماثلت کا ذکر کرتے ہوئے پہلوں کے مثیل آنے کی صریح خبر دی گئی ہے۔ پس یہ مسئلہ غیر قرآنی نہ رہا بلکہ عین قرآنی ثابت ہوگیا۔

علاوہ ازیں بائیبل میں ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی ہے۔ مگر ایلیا خود نہ آئے بلکہ حضرت یحییٰ، ایلیا کے مثیل بن کر آئے۔ اسی لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے اعتراض کرنے والے یہود کو صاف صاف کہہ دیا کہ ایلیا نہیں آئیں گے۔ اُن کے آنے سے مُراد اُن کے مثیل کی آمد تھی۔ اور حضرت یحییٰ ایلیا کے مثیل بن کر آگئے۔ اب جو چاہے اس کو مانے اور جو چاہے رد کر دے، حقیقت الامر یہی ہے۔ چنانچہ یہود نے حضرت مسیح نبی اللہ کی اس حقیقت بیانی کو قبول نہ کیا نتیجہ کے طور پر آج تک وہ اسی غلط فہمی میں مبتلا چلے آرہے ہیں کہ چونکہ ابھی تک ایلیاء آسمان سے نازل نہیں ہوا اس لئے جس نے اُن کے بعد مسیح ہونے کا دعوٰے کیا ہے وہ بھی نعوذ باللہ جھوٹا ہے۔

پس جس صورت میں کہ اُمتِ مُحمدیہ کے علماء کے سامنے اسی سے ملتا جلتا کیس موجود ہے اور خدا کے نبی حضرت مسیح علیہ السلام کا فیصلہ بھی وہ دیکھ چکے ہیں۔ تو مسلم علماء کے لئے ایک ہی نوعیت کے مقدمہ کا فیصلہ کرنا چنداں مشکل نہ تھا۔ بمطابق فیصلہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جس طرح ایلیا نہیں بلکہ ایلیا کے مثیل آئے۔ یہاں بھی اصل مسیح نہیں (جس کے آنے کی آثار میں خبر دی گئی ہے) بلکہ اُن کا مثیل آئے گا۔ اور وہ بھی اُمتِ محمدیہ کا ایک فرد بن کر۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی احادیث کے الفاظ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے جہاں کہا گیا ہے کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (بخاری) اور اَمَّکُمْ مِنْکُمْ (مسلم)۔ اِس پس منظر میں بات صاف ہوگئی۔ اس سیدھی بات کو چھوڑ کر اگر علماء ہر حالت میں فوت شدہ مسیح کو دوبارہ لانے پر مُصر ہیں تو بلاشبہ یہ ایک غیر قرآنی بات بن جاتی ہے۔ لیکن جیسا کہ ابھی ذکر ہوا یہاں پر تو پہلے مسیح کی آمد کا سوال ہی نہیں بلکہ اُس کے مثیل اور اُمتِ محمدیہ کے ایک فرد کے آنے کی بات ہے۔ اس لئے یہ عین قرآنی مسئلہ ہے۔

اگر علماء حضرات حضرت مسیح کے فیصلہ کے مطابق مثیل کے آنے کی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں تو ایک غلطی کے بعد دُوسری غلطی (جس کی طرف اُوپر کے اقتباس میں اشارہ کیا گیا ہے) کی دلدل میں پھنستے ہیں تو اُن کا پھنسنا پہلی غلطی کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس لئے اِس دلدل سے نکلنے کی راہ وہی ہے جس کی نبی اللہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اپنے فیصلہ میں نشان دہی کر دی ہے۔ جب تک علماء اسے نہیں اپنائیں گے وہ اس دلدل سے کبھی نکل نہ سکیں گے۔

(۲) مذکورہ اقتباس کی عبارت کے معًا بعد لکھا ہے :-

"اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ قرآن کریم نے خاتم النبیین کہہ کر الف لام کے ساتھ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ مسیح کی آمدِ ثانی کا مسئلہ علماء ہی کے اپنے غلط تصورات اور غلط فیصلہ کی وجہ سے غیر قرآنی نظر آتا ہے۔ ورنہ یہ صریحًا قرآنی مسئلہ ہے۔ البتہ جو مسئلہ غیر قرآنی ہے وہ ہے انقطاعِ نبوت کا مسئلہ جسے قرآنی بنانے پر علماءِ کرام کو اصرار ہے۔ اور اگر بغور دیکھا جائے تو علماء کی غلطی کا سرا ابھی بس اسی مقام پر ہے۔ یہ آج کی بات نہیں بلکہ اُمم سابقہ بھی اسی غلطی میں مبتلا تھیں اس لئے قرآنِ مجید نے اس کی پُر زور تردید کی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی حسب ذیل دو آیات پر غور کر لینا کافی ہے۔ پہلے نمبر پر سُورۃ مومن کی آیتِ کریمہ وَلَقَدْ جَآءَکُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا جَآءَکُمْ بِهٖ حَتّٰی اِذَا هَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (آیت ۳۵)

دوسرے نمبر پر سُورۃ جنّ کی آیتِ کریمہ : وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا (الجنّ : آیت ۸)

پہلی آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے معتقدوں نے حضرت یوسفؑ کو آخری نبی (بلفظِ دیگر خاتم المرسلین) قرار دیا تو دوسری آیت بتا رہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اسی نظریہ کو اپنایا۔ گر دیکھا آپ نے سورۃ مومن کی آیت میں اس قسم کا نظریہ رکھنے والوں کو کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ کے الفاظ میں تہدید کی گئی ہے۔ اور انہیں مُسرف اور مرتاب قرار دیا گیا ہے۔ اور سُورۃ جنّ میں مذکور بات تو بالکل ہی صاف ہے۔ اس میں کسی طرح کی پیچیدگی ہے ہی نہیں۔ اب عبرت کا تقاضا تھا کہ علماءِ اسلام اس نظریہ کے قریب نہ جاتے مگر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میری اُمت بھی یہود و نصارٰی کے قدم بقدم چلے گی۔ (پوری حدیث درج کرنا ضروری نہیں صرف اشارہ کافی ہے۔ ہم نہیں جانتے

ہی ہیں)۔ اب آپ نے دیکھ لیا کہ عام مسلمان نہیں بلکہ مسلمانوں کے "علماء" کس طرح بھٹک گئے اور یہود کی بولی بولنے لگے ——!!

قابلِ غور بات ہے کہ آخر ان آیات کو قرآن مجید میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہی کہ اُمتِ محمدیہ کو اُمم سابقہ کی غلطی پر متنبہ کرتے ہوئے اس غلطی سے کنارہ کش رہنے کی تلقین کی جائے —— ایسا نہ ہو کہ جس طرح اُمم سابقہ نے اپنے اپنے نبی کے بعد بابِ نبوت ابد الآباد کے لئے بند قرار دے دیا اور بعد میں آنے والی صداقتوں کو قبول کرنے سے آج تک محروم رہے۔ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت بھی ایسا ہی کرنے لگے۔ اور آپؐ نے رحمتِ الٰہی کا جو دروازہ اُمت کے لئے کھولا، اُمم سابقہ کی نقل میں وہ بھی اُسے بند بتانے لگیں ——!! حقیقت یہ ہے کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد الہام۔ وحی اور نزولِ جبرئیل سے انکار کرنا حضورؐ کے ذریعہ جاری کردہ فیضانِ رحمت کو بند کر دینے کے مترادف ہے —— اس پر علمائے کرام کو بڑی ہی متانت کے ساتھ غور کرنا چاہیئے۔

نیز واضح ہو کہ اِس سلسلہ میں جس طرح کے خیالات اس وقت ہمارے یہ علماء پیش کر رہے ہیں معاف فرمائیے ان سے کچھ کم تو مختلف ہندو دھرم والے پیش نہیں کرتے۔ وہ بھی تو الہامِ الٰہی کو صرف چار ہستیوں تک محدود کر کے اس کے بعد بابِ نبوت و رسالت بلکہ خدائی الہام و کلام کو تالا ڈال چکے ہیں۔ اور یہی حال دیگر اہلِ مذاہب کا ہے۔

اگر علمائے کرام پیش آمدہ مشکل کو حل کرنے میں سنجیدہ ہوتے اور عوام میں اپنی جھوٹی مقبولیت بنائے رکھنے کے اصرار کو ترک کر کے سورت الصّٰفّٰت کی حسب ذیل آیت کریمہ پر ہی غور کر لیتے جس میں نوعِ انسان کے لئے خدا تعالیٰ کے ابدی قانون کا ذکر کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَکْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ۔ (آیت نمبر ۷۲ و ۷۳)

یہ آیت پکار پکار کر خدا تعالیٰ کے ابدی قانون کا اعلان کر رہی ہے۔ کہ جب بھی کسی اُمت کی اکثریت گمراہ ہوگئی تو ان کی اصلاح کے لئے خدائے قدوس نے اُن میں مُنذر بھیجے۔ اب علماء کو یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ [illegible] زمانہ کی اکثریت ضلالت و گمراہی کا شکار نہیں ہوئی۔ اور چودھویں صدی کے مسلمان صدرِ اوّل کے مسلمانوں کی طرح ایمان و اخلاص اور اسلام کی سوجھ بوجھ رکھتے ہوئے اس کے لئے والہانہ قربانیاں کرنے والے ہیں۔ اُن کی زندگیاں مثالی زندگیاں ہیں۔ اور اگر ایسا نہیں اور یقینًا نہیں کیونکہ مولانا حالی کب سے مسلمانوں کی رُوحانی موت پر مرثیہ پڑھ چکے ہیں۔ اور شاعرِ مشرق اکی قسم کا سرٹیفیکیٹ بھی انہیں دے چکے ہیں حتیٰ کہ مسلم اخبارات روزانہ ہی مسلمانوں کی حالت پر نوحہ خوانی کرتے رہتے ہیں۔ تب علماء کے لئے غور کا مقام ہے کہ مسلمانوں کی ایسی زبوں حالی کسی بھی رُوحانی مُصلح کے آنے کا تقاضا نہیں کرتی ؟؟ اوّل تو خدائی سنّت کے مطابق جیسا کہ ابھی سُورۃ الصّٰفّٰت کے حوالہ سے بیان ہوچکا، رحمتِ الٰہی کا دروازہ ہرگز بند نہیں ہوا۔ اور اگر بفرضِ محال بند بھی ہوا تھا تو اُمتِ مرحومہ کی حالتِ زار اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ نبیٔ رحمت کا کوئی غلام اُمت کی اصلاح کے لئے ضرور کھڑا کیا جائے۔ ورنہ اسلام کے زندہ اور باخدا مذہب ہونے کا غیروں کے سامنے وہ کونسا ثبوت ہے جو علماء پیش کر کے اُنہیں اسلام کی طرف لائیں گے ——!!

پس یہ چند باتیں ہیں جن پر علماء کو فیصلہ کن غور و فکر کرنا لازم ہے۔ اور اسی سے اُمتِ مُحمدیہ میں مسیح موعود اور امام مہدی کی بعثت ثابت ہوتی ہے۔ اور مجال نہیں کہ علماء اس کا کوئی معقول جواب دے سکیں۔ اگر دیں گے تو احمدیت کی راہ پر چل کر ہی، اس کے سوا ہرگز نہیں ——!!

(باقی)

ہر قسم اور ہر ماڈل
کے موٹر کار، موٹر سائیکل، سکوٹرز کی خرید و فروخت
اور تبادلہ کے لئے آٹو ونگس کی خدمات حاصل فرمایئے!
آٹو ونگس
AUTOWINGS
32, SECOND MAIN ROAD,
C.I.T. COLONY, MADRAS-600004.
PHONE NO. 76360.

مقدمہ آتش زدگی میں باعزت بریت

بعدالت ایڈیشنل سیشن جج صاحب گورداسپور

جناب امرجیت صاحب چوپڑہ ایڈیشنل سیشن جج گورداسپور نے ۱۵ رنومبر ۷۴ء کو بمقدمہ آتش زدگی بنام مکرم چوہدری سکندر خان صاحب و مکرم غلام قادر صاحب درویشان کو باعزت بری کردیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اس مقدمہ کی تفصیل یہ ہے کہ امرجیت سنگھ باجوہ ایس۔ ڈی۔ او محکمہ آبپاشی امرتسر ساکن قادیان کے ایک ملازم مسمی شیدا ولد عنایت کی طرف سے پولیس میں یہ رپٹ درج کروائی گئی تھی کہ امرجیت سنگھ باجوہ کی اراضی واقعہ نزد عیدگاہ و قبرستان قادیان میں پڑی ہوئی گندم کی بھریوں کو ہر دو مذکور درویشان کی طرف سے ۲۷ راپریل ۷۳ء کو آگ لگادی گئی تھی۔ چنانچہ ان کی گرفتاری کے خطرہ کے پیشِ نظر پیشگی ضمانت کے لئے درخواست مجسٹریٹ صاحب علاقہ کو دی گئی تھی۔ جو عارضی طور پر منظور کرتے ہوئے پولیس سے رپورٹ طلب کی گئی تھی۔ سردار پریتم سنگھ صاحب سب انسپکٹر پولیس قادیان نے عدالت میں یہ رپورٹ پیش کی کہ اُن کی تحقیقات کی رُو سے ہر دو افراد پر یہ الزام ثابت نہیں ہوتا۔ گرفتاری کا خدشہ باقی نہ رہنے کی وجہ سے درخواستِ ضمانت واپس لے لی گئی تھی۔

امرجیت سنگھ باجوہ مذکور کے ملازم مذکور کی طرف سے ۱۵ رجون ۱۹۷۳ء کو ہمارے ان دونوں افراد کے خلاف زیر دفعہ ۴۳۶ تعزیراتِ ہند فوجداری استغاثہ دائر کرکے ایک ہزار بھری فصل گندم پندرہ بوری گندم، پچاس خالی بوریوں، ایک تھریشر اور تین کوٹھوں کے جل جانے کے نقصان کا اظہار کرکے بیس ہزار روپے کا معاوضہ دیئے جانے کا مطالبہ کیا۔ استغاثہ کی طرف سے اس مقدمہ کی پیروی جناب اوم پرکاش صاحب پوری اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی گورداسپور اور سردار امر بیر سنگھ صاحب گِل ایڈووکیٹ گورداسپور نے کی۔ اور ہمارے احباب کی طرف سے پیروی محترم سردار امرجیت سنگھ صاحب باجوہ (پسر جناب ڈاکٹر نرنجن سنگھ صاحب باجوہ قادیان) اور محترم بی۔ ایم۔ داؤد صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ایل ایڈووکیٹ مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ قادیان نے کی۔ اس سلسلہ میں ممبر[illegible] کمیٹی مقدمات خصوصاً مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے [illegible] صدر مقدمات کمیٹی ہر مرحلہ پر رہنمائی کی اور مکرم مشیر قانونی صاحب کے ہمراہ اس مقدمہ کی پیروی کے لئے ساتھ جاتے رہے۔ جزاہم اللہ۔

استغاثہ کی طرف سے مستغیث، امرجیت سنگھ باجوہ ایس ڈی او۔ نقصان کا اندازہ لگانے والے نائب تحصیلدار۔ قادیان محکمہ بجلی کے ایک لائن سپرنٹنڈنٹ۔ دفتر فائر بریگیڈ بٹالہ کے سپرنٹنڈنٹ آفس اور پولیس چوکی قادیان کے محرر وغیرہ آٹھ افراد کی شہادتیں ہوئیں اور دس گواہ ترک کردیئے گئے۔ دو دن کی مسلسل سماعت کے بعد شہادتِ فریقین کے اختتام پر فاضل جج نے سرکاری وکیل کی بحث سنی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جج صاحب اسی وقت تک یقینی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ یہ استغاثہ جھوٹا ہے۔ اس لئے آپ نے ہمارے افراد کے وکلاء کی بحث سننے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔ اور ہمارے افراد کو باعزت بری کرنے کا فیصلہ صادر فرمادیا۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً۔

ہماری عیدگاہ و قبرستان پر جو ناجائز قبضہ ہوا تھا اس کے سلسلہ میں ہمارے خلاف دائرشدہ مقدمات میں سے یہ اوّلین مقدمہ ہے جس میں ہمیں کامیابی ہوئی اور وہ بھی باوجود ہماری حد درجہ کمزوریوں کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے ہوئی۔ ان مقدمات میں سے بعض کو ایک تحصیل کی عدالت سے بذریعہ عدالت سیشن جج گورداسپور منتقل کردینے میں بفضلہ تعالیٰ کامیابی ہوئی تھی۔ یہ مقدمہ بھی منتقل ہوا تھا۔ بعد میں تعزیراتِ ہند میں نئی ترمیمات کے مطابق اس کی سماعت براہِ راست سیشن کورٹ میں ہوئی۔ اب سات مقدمات زیرِ سماعت ہیں جو سب ہی نہایت اہم ہیں۔ احباب ان میں ہماری کامیابی کے لئے دُعا فرماتے رہیں۔

خاکسار: ناظر امورِ عامّہ قادیان

خلاصہ خطبہ جمعہ۔ بقیہ صفحہ اوّل

لیکن جو دُعا کرتے ہیں اور اسے اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ خدا اُن کی پرواہ کرتا ہے۔ اور انہیں اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازتا ہے۔ پس دُعا انسان اور تمام دُوسری مخلوقات میں مابہ الامتیاز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس کی مدد سے انسان اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے پیار اور اس کی تائید و نصرت کا مورد بن سکتا ہے۔ حضور نے احباب کو اس مابہ الامتیاز کی دِل سے قدر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور کمال تضرّع اور عاجزی کے ساتھ دُعائیں کرنے اور اس طرح اس کے غیر معمولی فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کا مورد بننے کی نہایت مؤثر انداز میں تلقین فرمائی۔

(الفضل ۲۶ راکتوبر ۱۹۷۴ء)

قادیان میں عید کی قربانیوں کے لئے دوست جلد اطلاع دیں!

حسبِ سابق امسال بھی عیدالاضحیہ کے موقعہ پر قادیان میں بیرونجات کے احباب جماعت کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرنے کا انتظام کیا جارہا ہے۔ ایسا کرنے سے ایک تو آسانی کے ساتھ ان صاحب کے ذمّہ کا فرض ادا ہوجاتا ہے اور ساتھ ہی قربانی کے گوشت سے قادیان میں مقیم احباب استفادہ کرسکتے ہیں۔

لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ سے دوستوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے لئے قربانی کے جانور کی رقم جلد از جلد مجھے بھجوادیں تاکہ انتظام میں سہولت رہے۔ اس وقت قادیان میں قربانی کے جانور کی قیمت ۱۳۰/۱۵۰ روپے ہے۔

امیر جماعت احمدیہ قادیان

جلسہ سالانہ کے واپسی سفر کیلئے ریلوے ریزرویشن

جو دوست جلسہ سالانہ قادیان سے فارغ ہونے کے بعد واپسی پر اپنی ریلوے سیٹیں ریزرو کروایا کرتے ہیں وہ فوری طور پر ایسی اطلاع دیں تا اُن کی سیٹیں یا برتھ حسبِ پسند ریزرو کروائی جاسکیں۔ اس سلسلہ میں حسبِ ذیل امور کی وضاحت ضروری ہے:-

(۱) تاریخِ واپسی۔ (۲) نام سٹیشن جس کے لئے ریزرویشن درکار ہے۔ (۳) درجہ۔ (۴) نام سفر کنندہ۔ (۵) عمر۔ (۶) جنس (یعنی مرد یا عورت یا بچہ یا بچی)۔ (۷) پورا یا نصف ٹکٹ۔ (۸) ٹرین کا نام جس کے لئے ریزرویشن درکار ہے۔

اُمید ہے احباب اس کے مطابق تفصیل تحریر فرمائیں گے تاکہ ریزرویشن کروانے میں سہولت ہو۔ خدا تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو اور سب کے اس سفر کو ہر طرح موجبِ برکت بنائے آمین۔

افسر جلسہ سالانہ قادیان

زکوٰۃ

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم اور بنیادی رُکن ہے۔ جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ کوئی دوسرا چندہ زکوٰۃ کا قائم مقام تصور نہیں ہوسکتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی رُو سے زکوٰۃ کی تمام رقوم مرکز میں آنی چاہئیں۔ تمام صاحبِ نصاب احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ جس قدر زکوٰۃ آپ کے ذمّہ واجب الادا ہے اسے ادا کرکے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق دے آمین۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

درویش فنڈ

اگر حالات کی مجبوری کی وجہ سے آپ اپنے مخیّر بھائیوں کی طرح ہزاروں اور سینکڑوں روپیہ درویش فنڈ میں نہیں دے سکتے تو صرف ۱۲/ روپے سالانہ ادا کرکے اس مقدس تحریک میں شامل ہوسکتے ہیں۔ بلکہ کوشش کریں کہ آپ کے عزیزوں۔ رشتہ داروں۔ بھائیوں اور دوستوں بلکہ حلقۂ احباب میں کوئی کمانے والا ایسا احمدی نہ رہ جائے جس نے اس تحریک میں حصّہ نہ لیا ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش میں برکت ڈالے۔ آمین۔

ناظر بیت المال آمد قادیان